الصحیح المسلم سوالاً جواباً

نیز: معروضی سوالات، مقدمہ وفضائل قرآن

طالب دعا

سگ عطار محمد یار عطاری

03086509627

استاد محترم، مولنا نیاز رضا المدنی صاحب مرکزی فیضان مدینہ اوکاڑہ

مقدمہ

مصنف کا نام اور ولادت مع وفات تحریر کیجئے؟

نام: ابو الحسن امام مسلم بن حلف بن حجاج القشیری۔

ولادت کے سال میں اختلاف ہے شاہ عبد العزیز نے ان کا سال ولادت 202ھ لکھا ہے امام زہبی نے 204ھ بیان کیا ہے ابن اسیر نے 206ھ بیان کیا ہے۔

وفات: 24 رجب 261 ہجری کو اپ کا وصال ہوا۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب کو کیوں تصنیف فرمایا مختصر بیان فرمائے؟

ایک سبب تو یہ ہے کہ آپ کے ایک شاگرد نے آپ سے مطالبہ کیا کہ زیادہ تکرار کے بغیر اپ احادیث کو جمع کریں۔

جب کہ دوسرے سبب کی آپ خود وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم نے محدث کے منصب پر فائض ہونے والے بہت سے لوگوں کو ضعیف احادیث اور منکر احادیث بیان کرتے ہوئے دیکھا حالانکہ ان پر یہ ضروری تھا کہ یہ ان چیزوں کو چھوڑ دیتے اور صحیح روایات کو بیان کرنے پر اکتفا کرتے اور یہ ایسی روایات کہ جو زیادہ تر ضعیف ہیں ان احادیث کو کم عقل لوگوں کے سامنے بے پرواہی سے بیان کیے جا رہے ہیں اور یہ ایسے لوگوں سے روایت لیتے ہیں کہ جن پر علماء کا اتفاق ہے کہ ان سے احادیث نہ لی جائیں۔ بڑے بڑے ائمہ حدیث ،مالک بن انس،شعبہ بن حجاج،سفیان بن عینہ جیسے راویوں نے ان راویوں سے روایت لینے کو قابل مذمت بیان کیا ہے۔ اگر ہم نے یہ سب نہ دیکھا ہوتا تو آپ نے جو امتیاز (صحیح اور ضعیف)اور حصول (صحیح) کے حوالے سے جو مطالبہ کیا ہے اسے قبول کرنا آسان نہ ہوتا۔

زیادہ احادیث کو جمع کرنا اور تکرار کے ساتھ احادیث کو ذکر کرنا کس کے لیے فائدہ مند ہے؟

اگرچہ زیادہ احادیث کو جمع کرنا اور تکرار کے ساتھ لانا یہ فائدہ مند ہے لیکن ایسے شخص کے لیے جو صحیح اور ضعیف کے بارے میں امتیاز رکھتا ہو لیکن ایسا شخص جو صحیح اور ضعیف کے بارے میں امتیاز نہیں کر سکتا تو اس کے لیے کثیر تعداد اور احادیث کو جمع کرنے سے بہتر یہی ہے کہ کم احادیث جو ضعف اور علل وغیرہ سے پاک ہوں ان پر اکتفا کیا جائے۔

سب سے اول درجے کے راویج جو حفظ و اتقان میں سب سے مقدم ہے ان میں سے چند کے نام ذکر کریں؟

منصور ابن معتمر، سلیمان الاعمش، اسماعیل بن ابو خالد۔

دوسری قسم کے راوی جو حفظ و اتقان میں اول درجے کے راویوں جیسے نہیں؟

عطا بن سائب، یزید بن ابو زیاد، لیث بن ابو سلیم۔

نام لے کر مثال دینے کی وجہ تحریر کریں؟

ہم نے نام ذکر کر کے مثال اس لیے دی تا کہ اس شخص کے لیے جو اہل علم کے ہاں حاملین حدیث کی درجہ بندی کے طریقے سے ناواقف ہے یہ مثال اس کے لیے علامت ہو جائے۔ اس کے ذریعے وہ مکمل واقفیت حاصل کر لے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اونچے درجے والے کو گھٹا دے اور جو کم درجے والا ہے اس کو بلند مرتبے پر رکھ دے۔

لوگوں کو ان کے مقام و مرتبے پر رکھا جائے اس پر ایک حدیث اور آیت قرانی ذکر کریں؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیں حکم دیا کہ ہم لوگوں کو ان کے مرتبوں پر رکھیں۔اور اللہ پاک نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

- وَ فَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ

ترجمہ۔ہر علم والے سے اوپر ایک علم رکھنے والا ہے

تیسری قسم میں مصنف نے کون سی روایات کو ذکر کرنے سے اعراض کیا؟

تیسری قسم میں مصنف علیہ الرحمہ نے ایسی روایات کہ جن کے راوی متہم ہیں ان کی روایت کو چھوڑا ہے اور ایسے رواۃ کے جن پر منکر اور غلط احادیث غالب ہیں ان کو بھی اپنی کتاب میں شامل نہیں کیا اور ایسی روایات کہ جن کے راوی موضوع احادیث روایت کرنے والے ہیں ان کی احادیث کو بھی مصنف علیہ رحمہ نے اپنی اس کتاب میں درج نہیں کیا۔

متہم راویوں میں سے چند کے نام ذکر کریں؟

عبد اللہ بن مسعود، ابو جعفر مدائنی، عمرو بن خالد، عبد القدوس شامی، محمد بن سعید مسلوب

منکر روایت کی نشانی کیا ہے اور اس کا حکم کیا ہے؟

منکر روایت کی نشانی یہ ہے کہ جب اس کی روایت کردہ حدیث کا دوسرے اصحاب جو حفظ اور اتقان والے محدثین ہیں ان کی روایت سے موازنہ کیا جائے تو وہ ان کی روایت کے مخالف ہو یا ان کے ساتھ موافق نہ ہو پائے۔

حکم

جب کسی کی اکثر مرویات اس طرح کے ہوں تو وہ متروک الحدیث ہوتا ہے اور اس کی روایت غیر مقبول ہوتی ہے اور استنباط کے لیے استعمال نہیں ہوتے۔

متفرد راوی کی روایت قبول کرنے میں اہل علم کا معروف مذہب بیان کیجئے؟

متفرد راوی کی روایت قبول کرنے کے متعلق اہل علم کا مذہب اور فیصلہ یہ ہے کہ اگر راوی عام طور پر اہل علم حفظ والے اور محدثین کی موافقت کرتا ہے اور ایسی صورت میں اگر وہ متفرد راوی کوئی ایسا اضافہ بیان کرتا ہے جو اس کے دوسرے ہم مکتبوں کے ہاں نہیں تو اس کا یہ اضافہ قبول کیا جائے گا

اور اگر وہ امام زہری جیسے جلیل القدر محدث سے روایت بیان کرتا ہے جن کے کثیر تعداد میں شاگرد ہیں اور ان کی احادیث پھیلی ہوئی ہیں اور کوئی ایسا اضافہ کرتا ہے جو اس کے دوسرے ہم مکتبوں نے نہیں کیا تو اس کا یہ اضافہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

ثقہ راویوں سے حدیث بیان کرنا واجب ہے کم از کم ایک دلیل قرآن پاک سے ذکر کریں؟

- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ

اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔

- مِمَّنۡ تَرۡضَوۡنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ
- اَشۡهِدُوۡا ذَوَیۡ عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ

خبر اور شہادت میں فرق ہے تو پھر خبر کے باب میں شہادت کا ذکر کیوں کیا؟

بعض وجوہ سے اگرچہ ان دونوں کے درمیان فرق ہے لیکن کبھی کبھار یہ ایک بڑے معنی میں بھی جمع ہو جاتے ہیں، جیسے فاسق کی خبر اہل علم کے ہاں حجت نہیں اسی طرح غیر عادل کی شہادت بھی مردود ہے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کس شخص کے لیے فرمایا کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنالے۔

ہر سنی بات بیان کرنے کی ممانعت پر کوئی ایک حدیث ذکر فرمادے؟

حفص بن عاصم سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا آدمی کا جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کر دے۔

حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا آدمی کے لیے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کر دے۔

لوگوں کی عقلوں کے مطابق کلام کرنے کے متعلق حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے کیا ارشاد فرمایا؟

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم کسی قوم کے سامنے ایسی حدیث بیان نہیں کرتے جس کے صحیح مفہوم تک ان کی عقلیں نہیں پہنچ سکتی مگر وہ ان میں سے بعض کے لیے فتنے کا موجب بن جاتے ہیں۔

ضعیف راویوں سے روایت کرنے کی ممانعت پر کوئی دو احادیث ذکر کر دیں؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا میری امت کے آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو تمہارے سامنے ایسی حدیثیں بیان کریں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے آباد و اجداد نے پس تم ان لوگوں سے دور رہنا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اس نے احادیث بیان کرتے ہوئے کہنا شروع کر دیا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم حضرت ابن عباس نے یہ رویہ رکھا (نہ اس کی طرف توجہ کی نہ اس کی طرف دیکھتے) وہ کہنے لگا اے ابن عباس میرے ساتھ کیا معاملہ ہے مجھے نظر نہیں آتا کہ آپ میری حدیث سن رہے ہیں میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے حدیث سنا رہا ہوں اور آپ سنتے ہی نہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک وقت ایسا تھا کہ جب ہم کسی کو یہ کہتے سنتے قال رسول اللہ تو ہماری نظریں فوراً اس کی طرف اٹھ جاتی اور ہم کان لگا کر غور سے اس کی بات سنتے پھر جب لوگوں نے بلا تمیز ہر مشکل اور آسان پر سواری شروع کر دی تو ہم نے لوگوں سے کوئی حدیث لینا ترک کر دیا۔

شیطانوں کا لوگوں کے سامنے قرآن پڑھنا کیسا؟

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا بلا شبہ شیطان کسی آدمی کی شکل اختیار کرتا ہے پھر لوگوں کے پاس آتا ہے اور انہیں جھوٹ پر مبنی کوئی حدیث سناتا ہے پھر وہ بکھر جاتے ہیں ان میں سے کوئی آدمی کہتا ہے میں نے ایک آدمی سے حدیث سنی ہے میں اس کا چہرہ تو پہچانتا ہوں اس کا نام نہیں جانتا۔

فائدہ

سمندر میں بہت سے شیاطین قید ہیں جن کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے باندھا تھا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بعد میں لوگوں سے روایت لینے سے کیوں رک گئے تھے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم پر جھوٹ نہیں بولا جاتا تھا تو ہم رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے احادیث بیان کرتے تھے پھر جب لوگ ہر مشکل اور آسان سواری پر سوار ہونے لگے یعنی بلا تمیز صحیح اور ضعیف روایات بیان کرنے لگے تو ہم نے آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے حدیث قبول نہ کی سوائے اس حدیث کے جسے ہم جانتے تھے۔

راویوں میں جرح کو بیان کرنا یہ غیبت میں شامل نہیں بلکہ ضروری ہے اس پر دلیل پیش کریں؟

محدثین کرام نے بہت سے راویوں کے بارے میں یہ بیان کیا ہے کہ کچھ راوی ایسے ہیں کہ جن کے بارے میں فرمایا کہ وہ رجعت پر ایمان رکھتے ہے کسی کے بارے میں فرمایا کہ وہ خوارج کا نقطہ نظر رکھتا ہے کسی کے بارے میں فرمایا کہ وہ جھوٹی حدیثیں گھڑتا ہے کسی کے بارے میں یہ گیا کہ وہ متہم ہے تو جب یہ سارا معاملہ ہم نے دیکھا تو پھر ضروری تھا کہ ان کے اندر ہم غور و فکر کریں تا کہ ہم دین کو صحیح اور ثقہ راویوں سے لیں نہ کہ ان ضعیف روایتیں بیان کرنے والوں سے کہ جن سے روایتیں لینے سے منع کیا گیا ہے۔

نیکی کے بعد دوسری نیکی کیا ہے حدیث پاک کی روشنی میں وضاحت کریں؟

ایک کے بعد دوسری نیکی یہ ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ اپنے والدین کیلئے نماز پڑھو اور اپنے روزے کے ساتھ اپنے والدین کیلئے روزے رکھو۔

رجعت کیا ہے اور یہ کن کا عقیدہ ہے؟

رجعت کا معنی ہے واپس آنا غلو کرنے والے شیعہ کا یہ عقیدہ ہے کہ ہم کسی کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور نہ کسی کی مدد کریں گے یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آسمانوں سے ندا نہ دیں۔

فلن ابرح الارض حتی یاذن لابی یہ قرآنی آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟

یہ آیت حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کے بھائیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

فائدہ

واسط کا قاضی ابوشیبہ تھا۔

کیا ابن مسعود رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں شریک تھے؟

حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے دور میں ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ 32 ہجری میں آپ کا وصال ہوا جنگ صفین سے پہلے لہذا جنگ صفین میں آپ شریک نہ تھے۔

محدثین نے ناقلین کی خامیاں واضح کیں اور اس کے متعلق فتوے دیے اس کی کیا وجہ تھی؟

محدثین نے راویوں اور اخبار کے ناقلین کی خامیوں واضح کیا اور جب ان سے پوچھا گیا تو اس کے متعلق فتوے دیے کیونکہ اس میں ایک حذوافر ہے چونکہ اخبار دین کے امور میں حلال کرنے کے لیے وارد ہوتی ہیں یا روکنے کے لیے وارد ہوتی ہیں یا کسی چیز کی رغبت دلانے کے لیے آتی ہیں یا کسی چیز سے ڈرانے کے لیے آتی ہیں اس لیے جب ان کا روایت کرنے والا بنیادی اور حقیقی طور پر صدق و امانت کا حامل نہ ہو پھر اس سے ایسا آدمی روایت کرے جو اس کے بارے میں خود تو سب کو جانتا ہو لیکن دوسرے کے سامنے جو اس کی پہچان سے اگاہ نہیں اسے واضح نہ کرے تو اس عمل کی بنا پر وہ گنہگار ہو گا اور عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے والا ٹھہرے گا اس وجہ سے محدثین نے اس چیز کو لازم رکھا۔

معنعن حدیث کب حجت بنے گی نیز کیا لقاء کا ثبوت شرط ہے یا صرف لقاء کا امکان کافی ہے دلیل سے اس کو واضح کریں؟

لفظ ان کے ذریعے سے روایت کردہ حدیث حجت ہے بشرط یہ کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ممکن ہو اور ان میں سے کوئی راوی مدلس نہ ہو۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس کے اندر دراصل دو گروہ ہیں

پہلا گروہ کہتا ہے کہ جب یہ بات معلوم ہو چکی کہ دونوں ایک ہی زمانے کے تھے اور پورا امکان ہے کہ راوی نے مروی عنہ سے حدیث سنی ہو گی یا اس سے ملاقات کی ہو گی لیکن اس کو قطعیت کے ساتھ نہیں جانتے تو محض امکانیت کے ہوتے ہوئے یہ روایت حجت نہیں ہو گی اور نہ ہی قابل استدلال ہو گی ہاں اگر معلوم ہو جائے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ہوئی ہے راوی کے

اقرار کی وجہ سے یا کسی روایت میں اس کا ذکر کیا گیا ہو تو حدیث حجت بن جائے گی اور یہ صرف کسی ایک روایت کے اندر معلوم کرنے ہی سے حاصل ہو جائے گا خواہ اس کی کتنی ہی روایات ہوں سب کو تسلیم کر لیا جائے گا

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ہر وہ ثقہ راوی جو ثقہ راوی سے روایت نقل کرے جن کا آپس میں لقاء ممکن تھا زمانے کی ایک ہونے کی وجہ سے تو چاہے حتمی بات نہ پہنچی ہو کہ ملے ہیں یا نہیں تو ان کی روایت ثابت مانی جائے گی اور حجت مانتے ہوئے استدلال کرنا ضروری ہو گا۔ لیکن اگر کوئی واضح دلیل پائی جائے اس بات پر کہ روایت کرنے والا مروی عنہ سے نہیں ملا تو اس وقت یہ روایت حجت نہ ہو گی الا اس کو سماع پر محمول کیا جائے گا۔

اول گروہ کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح مرسل روایت کہ جس روایت کو راوی مروی عنہ سے بغیر سنے روایت کرتا ہے تو جب وہ حجت نہیں لہذا اس سے استدلال کیا اور کہا کہ ہر روی کا مروی عنہ سے سما تلاش کیا جائے گا

جبکہ دوسرے گروہ کی دلیل وہ یہ ہے کہ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ راوی کے روایت کرنے کے جو اصول ہیں یہ مختلف ہوتے ہیں کبھی وہ لفظ عن کے ذریعے روایت کرتے ہیں اس لیے تاکہ وہ جس سے روایت کر رہے ہیں اس کا نام ذکر کرنا نہیں چاہتے اور کبھی وہ اس کا نام ذکر کر دیتے ہیں اور کبھی نہیں کرتے اور اس طرح کی مثالیں یہاں پر کثیر ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر لفظ عن سے بھی روایت آجائے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ قابل استدلال نہیں اور انہوں نے آپس میں ملاقات نہیں کی بلکہ ایسی روایت بھی ہیں کہ جن کے اندر یہ بات قطعیت کے ساتھ موجود ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ہوئی ہے لیکن پھر بھی لفظ ان کے ذریعے روایت کیا گیا ہے۔ فافہم

میں فلاں آیت بھول گیا ایسا کہنا کیسا حدیث پاک کی روشنی میں بیان کیجئے؟

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: وہ شخص بہت برا ہے جو یہ کہے کہ میں قرآن کی فلاں آیت بھول گیا ہوں بلکہ وہ آیت اسے بھلائی گئی ہے قرآن یاد کرتے رہو کیونکہ یہ بندھے ہوئے جانور سے زیادہ تیزی سے انسان کے سینے سے رخصت ہو جاتا ہے۔

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ایک شخص کو مسجد میں قرآت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے اس نے مجھے وہ آیت یاد دلادی جو مجھے بھلائی جاچکی تھی۔

اچھی اواز سے قرآن پاک ڈھنے کے متعلق حدیث بیان کیجئے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں انہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی اس حدیث کا پتا چلا ہے اللہ تعالیٰ اچھی آواز والے نبی کو اچھے طریقے سے قرآن پڑھنے پر جو اجر عطا کرتا ہے وہ کسی اور عمل پر عطا نہیں کرتا۔

کس کے متعلق سرکار صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کے اسے آل داود کی خوش الہانی سے حصہ دیا گیا ہے؟

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ عبداللہ بن قیس کو آل داؤد کی خوش الحانی کا کچھ حصہ عطا کیا گیا ہے۔

فتح مکہ کے سال سفر کے دوران سواری پر آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے کونسی سورت کو تلاوت فرمایا؟

عبداللہ بن مغفل المزنی بیان فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فتح مکہ کے سال سفر کے دوران اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے سورہ فتح پڑھی اور آپ اس کی قرآت میں ترجیح کرتے رہے (راوی) کہتے ہیں۔ کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میرے گرد لوگ اکھٹے ہو جائیں گے تو میں تمہیں اس طرح قرآءت کرکے سناتا۔

قرآن کی تلاوت کے دوران سکینہ نازل ہونے کے متعلق ایک حدیث بیان کیجیے نیز سکینہ کیا ہوتا ہے اس کی وضاحت کیجئے؟

حضرت ابو سعید خدری و بیان کرتے ہیں ایک رات حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ جو اپنے جانوروں کے ریوڑ کی جگہ میں قرآت کر رہے تھے اچانک ان کا گھوڑا بد کنے لگا وہ بدستور قرآت کرتے رہے پھر وہ گھوڑا دوسری مرتبہ بد کنے لگا لیکن یہ قرآت کرتے یہ رہے وہ دوبارہ بدکنے لگا اسید کہتے ہیں مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ میرے بیٹے کو کچل نہ دے اس لیے میں اس کے پاس آگیا میں نے اپنے سر کے اوپر ایک سایہ دیکھا جس میں چراغ تھے پھر وہ سایہ بلند ہوتا چلا گیا اگلے دن میں صبح نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کل رات نصف شب میں میں اپنے جانوروں کے ریوڑ کی جگہ نماز ادا کر رہا تھا کہ اچانک میرا گھوڑا اچھلا نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ہدایت کی اے ابن حضیر تم قرآت کرو: عرض کی میں نے قرآت شروع کی تو وہ پھر اچھلا نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے پھر کہا اے ابن حضیر تم قرآت کرو: عرض کی میں نے قرآت شروع کی تو وہ پھر اچھلا نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا اے ابن حضیر قرآت کرو ابن حضیر کہتے ہیں میں گھوڑے کے پاس آگیا کیونکہ میرا بیٹا یحی اس کے پاس موجود تھا اور مجھے یہ اندیشہ تھا کہ کہیں وہ اسے کچل نہ دے میں نے دیکھا کہ اوپر ایک سایہ ہے جس میں چراغ موجود ہیں اور وہ آسمان کی طرف بلند ہوتے چلے جارہے ہیں یہاں تک کہ وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا وہ فرشتے تھے جو تمہاری قرآت سننے کے لیے آئے تھے اگر تم قرآت جاری رکھتے تو صبح کے وقت لوگ بھی انہیں دیکھ لیتے اور وہ فرشتے ان سے پوشیدہ نہ رہتے۔

قرآن پڑھنے والے کو حدیث پاک میں کس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے؟

حضرت ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے قرآن پڑھنے والے مسلمان کی مثال ترنج کی طرح ہے جس کی خوشبو پاکیزہ ہوتی ہے اور ذائقہ مزیدار ہوتا ہے اور قرآن نہ پڑھنے والے مسلمان کی مثال کھجور کی طرح ہے جس کی کوئی خوشبو نہیں ہوتی لیکن اس کا ذائقہ میٹھا ہوتا ہے قرآن پڑھنے والے منافق کی مثال ریحانہ کی طرح ہے

جس کی خوشبو اچھی ہوتی ہے لیکن ذائقہ کڑوا ہوتا ہے اور قرآن نہ پڑھنے والے منافق کی مثال حنظلہ کی طرح ہے جس کی خوشبو بھی نہیں ہوتی اور ذائقہ بھی کڑوا ہوتا ہے۔

حافظ قران کی فضیلت پر حدیث بیان کیجئے نیز جو اٹکتا ہوا اس کو کتنا اجر ملے گا؟

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے قرآن کا حافظ معزز و نیک سفیروں (فرشتوں) کے ساتھ ہوگا اور جو شخص قرآن کی قرآت کرتے وقت اٹکتا ہے اور مشکل سے قرات کرتا ہوا اسے دگنا اجر ملے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ابی بن کعب سے کیا فرمایا کہ جس کی وجہ سے وہ رونے شروع ہو گئے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب سے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے (سورہ) لَمۡ یَکُنِ الَّذِینَ کَفَرُوا کی قرآت کروں۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، کیا اللہ تعالی نے آپ سے میرا نام لیا؟ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے جواب دیا ہاں! (راوی کہتے ہیں یہ سن کر حضرت ابی رضی اللہ عنہ رونے لگے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حمص میں کون سی سورت لوگوں کو پڑھ کر سنائی؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حمص میں مقیم تھا بعض لوگوں نے مجھ سے قرآت کی فرمائش کی میں نے

انہیں سورہ یوسف پڑھ کر سنائی حاضرین میں سے ایک صاحب بولے یہ سورۃ اس طرح نازل نہیں ہوئی میں نے کہا تم پر افسوس ہے میں نے یہ سورۃ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو پڑھ کر سنائی تھی اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم نے بہت اچھی قرأت کی ہے ابھی میں اس شخص کے ساتھ بات چیت کر رہا تھا کہ مجھے اس کے منہ سے شراب کی بو آئی میں نے پوچھا کیا تم شراب پیتے ہو اور اللہ کی کتاب کی تکذیب کرتے ہو؟ میں تم پر حد جاری کروں گا میں نے پھر (شراب نوشی) حد کے طور پر اسے کوڑے لگوائے۔

نماز میں قران کی قرات کی فضیلت کے بارے میں حدیث بیان کیجیے؟

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم تشریف لائے ہم اس وقت صفہ (چبوترے) پر بیٹھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے دریافت کیا: کون اس بات کو پسند کرتا ہے؟ کہ وہ روزانہ بطحان یا عقیق جائے اور وہاں سے کسی گناہ یا زیادتی کے بغیر دو بڑے کوہان والی اونٹنیاں لے آئے ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم ہم سب اس بات کو پسند کرتے ہیں آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مسجد میں جا کر اللہ کی کتاب کی دو آیات سیکھتا ہے یا پڑھتا ہے یہ اس کے لیے دو اونٹنیوں سے بہتر ہے۔ اور تین آیات (پڑھنا یا سیکھنا) تین اونٹنیوں سے بہتر ہے۔ چار چار سے بہتر ہے۔ اسی طرح (آیات کی تعداد اتنی ہی تعداد میں اونٹنیوں سے بہتر ہے۔

سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کی آخری آیات کی فضیلت بیان کیجیے؟

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: قرآن پڑھو کیونکہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کا شفیع بن کر آئے گا۔ اور دو روشن سورتیں پڑھو، البقرہ اور آل عمران، کیونکہ یہ دونوں دو بادلوں یا دو سایوں کی طرح آئیں گی۔ یا اڑتے ہوئے پرندوں کی قطاروں کی طرح آئیں گی۔ اور اپنے پڑھنے والے

(کی نجات) کے لیے بحث کریں گی۔ سورۃ البقرہ پڑھا کرو۔ کیونکہ اسے پڑھنا برکت ہے۔ اور نہ پڑھنا حسرت ہے۔ بطلہ اسے نہیں پڑھ سکتے۔ (راوی) کہتے ہیں مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے۔ کہ بطلہ "سے مراد جادو گر ہیں۔

سورۃ البقرہ کی فضیلت پر ایک حدیث لکھی؟

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اسی دوران حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اوپر کی جانب سے ایک آواز سنی انہوں نے اپنا سر اٹھایا اور بولے آسمان کا یہ دروازہ جسے آج کھولا گیا ہے آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا، پھر اس میں سے ایک فرشتہ اترا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام بولے یہ جو رشتہ زمین پر اترا ہے آج سے پہلے کبھی نہیں اترا فرشتے نے (نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو سلام کیا اور عرض کی: آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو دو ایسے نوروں کی خوشخبری ہو جو آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کئے گئے۔ ایک سورہ فاتحہ اور دوسرا سورہ البقرہ کی آخری آیات، آپ

اس کا جو بھی حرف پڑھیں گے آپ کو اس کا مصداق عطا کر دیا جائے گا۔

سورۃ الکہف پڑھنے والے کے لیے حدیث مبارکہ میں کون سی فضیلت بیان کی گئی ہے؟

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں جو شخص سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات یاد کرلے گا وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔

آیت الکرسی کی فضیلت حدیث پاک کی روشنی میں بیان کیجئے؟

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اے ابو

المنذر! کیا تم جانتے ہو؟ کہ اللہ کی کتاب کی کون سی آیت سب سے زیادہ عظمت والی ہے؟ میں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے دوبارہ دریافت کیا۔ کیا تم جانتے ہو؟ کہ اللہ کی کتاب کی کون سی آیت سب سے زیادہ عظمت والی ہے؟ میں نے عرض کی (اللہ الا الہ الا ھو الحی القیوم) آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ اے ابو المنذر تمہیں اس بات کا علم مبارک ہو۔

کسی صورت کو پڑھنے سے تہائی قرآن پڑھنے کی فضیلت حاصل ہوتی ہے؟

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے رویت ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ قل ھوَاللہ احد کو قرآن کے اجزاء میں سے ایک جزء قرار دیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اکٹھے ہو جاؤ! کیونکہ میں تمہارے سامنے تہائی قرآن پڑھنے لگا ہوں کچھ لوگ اکٹھے ہو گئے نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھی پھر تشریف لے گئے۔ ہم ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ شاید آسمان سے کوئی خبر (وحی) نازل ہونے لگی ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم تشریف لے گئے ہیں، کچھ دیر بعد آپ واپس تشریف لائے اور فرمایا: میں نے تم سے کہا تھا کہ میں تمہارے سامنے تہائی قرآن پڑھوں گا یاد رکھنا یہ (سورہ اخلاص) تہائی قرآن کے برابر ہے۔

حدیث مبارک میں معوذتین کی فضیلت کیا ارشاد فرمائی گئی؟

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کیا تم جانتے ہو؟ کہ آج رات جو آیات نازل ہوئی ہیں ان کی مثل کبھی دیکھی نہیں گئی (وہ سورتیں) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ہیں۔

رشک کن دو آدمیوں پر جائز ہے حدیث مبارکہ کی روشنی میں وضاحت کیجئے؟

حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں صرف دو طرح کے لوگوں پر رشک کیا جا سکتا ہے ایک وہ شخص جسے اللہ نے اپنی اس کتاب کا علم عطا کیا ہو اور وہ دن رات اسے پڑھتا رہے اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہو اور وہ دن رات صدقہ و خیرات کرتا رہے۔

سات قراءتوں کے متعلق کوئی سی ایک حدیث بیان کیجیے؟

حضرت عمر بن خطاب بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے ہشام بن حکیم بن حزام کو (نماز کے دوران) سورۂ فرقان پڑھتے ہوئے سنا جو اس قرآت سے مختلف تھی جو میں کرتا تھا۔ جبکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے خود مجھے اس قرآت کی تعلیم دی تھی پہلے میں انہیں اس وقت پکڑنے لگا لیکن پھر انہیں نماز پڑھنے دی جب وہ فارغ ہو گئے تو میں انہیں ان کی چادر پکڑ کر کھینچتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں لے آیا اور عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے مجھے سورہ فرقان پڑھنے کا جو طریقہ سکھایا ہے میں نے اسے اس کی بجائے ایک اور طریقے سے یہ سورت پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو! (اور اس سے کہا) تم پڑھو۔ اس نے پڑھنا شروع کیا تو اسی طرح پڑھا جیسے میں نے اسے پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھ سے کہا تم پڑھو۔ میں نے بھی پڑھا۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: یہ اس طرح بھی نازل ہوئی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے۔ جیسے آسان محسوس ہو اسی طرح پڑھ لیا کرو۔

قرآن پاک کو آہستہ پڑھا جائے تیزی کے ساتھ پڑھنے سے گریز کیا جائے اس پر کوئی سی ایک حدیث بیان کیجیے؟

ابو وائل بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک صاحب جن کا نام نہیک بن سنان تھا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بولے اے ابو عبد الرحمن! آپ کے نزدیک قرآن کے اس لفظ کو الف کے ساتھ پڑھا جائے گا؟ یا پھر ی کے ساتھ پڑھا جائے گا؟ یعنی من ماء غیر اسن پڑھا جائے گا؟ یا پھر من ماء غیر یاسن پڑھا جائے گا؟ تو حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے

جواب دیا: کیا تم نے اس لفظ کے علاوہ باقی سارے قرآن کی تحقیق کرلی ہے؟ ان صاحب نے جواب دیا: میں ایک رکعت میں ایک مفصل سورت پڑھتا ہوں تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: شعر پڑھنے کی طرح (یعنی تیزی کے ساتھ) کچھ لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا حالانکہ جب قرآن دل میں آجائے اور وہاں راسخ ہو جائے تو فائدہ دیتا ہے نماز میں افضل رکوع کرنا اور سجدہ کرنا ہے میں ایسی سورتوں سے واقف ہوں جن میں سے کوئی دو سورتیں نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم ایک ہی رکعت میں پڑھ لیا کرتے تھے۔ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور حضرت علقمہ بھی ان کے پیچھے چل دیئے پھر جب واپس آئے تو بولے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھے ان سورتوں کے بارے میں بتادیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مدکر پڑھا کرتے تھے یا مذکر پڑھا کرتے تھے؟

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ جبکہ اسود بن یزید مسجد میں قرآن پاک کی تعلیم دے رہے تھے ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ اس آیت کو کس طرح پڑھا جائے گا؟ فھل من مدکر، ذال کے ساتھ؟ یا پھر " مدکر دال کے ساتھ، انہوں نے جواب دیا" کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو مدکر پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ یعنی "د" کے ساتھ۔

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے کن اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب سورج کا کنارہ ظاہر ہو جائے تو نماز کو اس وقت تک مؤخر کردو جب تک سورج اچھی طرح نکل آئے اور جب سورج کا کنارہ ڈوب جائے تو نماز کو مؤخر کردو یہاں تک کہ وہ مکمل طور پر ڈوب جائے۔

حضرت ابوبصرہ غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے حمص کے مقام پر ہمیں عصر کی نماز پڑھانے کے بعد ارشاد فرمایا: یہ وہ نماز ہے جسے تم سے پہلے لوگوں پر پیش کیا گیا۔ تو انہوں نے اسے ضائع کر دیا۔ جو شخص اس کی حفاظت کرے گا اسے دوگنا اجر ملے گا۔ اور اس کے بعد شاہد نکل آنے تک کوئی اور نماز نہیں پڑھی جاسکتی۔ راوی کہتے ہیں) شاہد کا مطلب ستارہ ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ: نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے تین اوقات میں نماز ادا کرنے سے اور مردوں کو دفن کرنے سے منع کیا ایک جب سورج طلوع ہو رہا ہو یہاں تک کہ اچھی طرح بلند ہو جائے دوسرا زوال کے وقت یہاں تک کہ وہ ڈھل جائے اور تیسرا جب سورج غروب ہو رہا ہو یہاں تک کہ وہ مکمل غروب ہو جائے۔

عصر کے بعد دورکعت پڑھنے کے متعلق حدیث بیان کیجیے؟

کریب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبدالرحمن بن ازھر اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنھم نے انہیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا اور کہا ان کی خدمت میں ہم سب کی طرف سے سلام پیش کرنا ان سے عصر کی نماز کے بعد دورکعات پڑھنا سنت ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں دریافت کرنا اور یہ بھی بتانا کہ ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ یہ دورکعات ادا کرتی ہیں جبکہ ہم تک نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے۔ (کریب کہتے ہیں) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ (لوگوں کو یہ دورکعات ادا کرنے سے منع کیا کرتا تھا۔

کریب کہتے ہیں) میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان حضرات کا پیغام پہنچایا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا نے فرمایا: سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنھا سے یہ بات دریافت کرو۔ میں ان حضرات کے پاس واپس آیا اور انہیں بتایا کہ آپ نے جو مسئلہ دریافت کرنے کے لیے مجھے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا کے پاس بھیجا تھا۔ انہوں نے مجھے اس بارے میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنھا سے رجوع کرنے کی ہدایت کی ہے۔ پھر میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنھا کے پاس گیا تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنھا نے فرمایا:

میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی زبانی یہی سنا ہے کہ آپ نے ان دو رکعات سے منع کیا ہے۔ لیکن ایک مرتبہ میں نے آپ کو یہ دو رکعات ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے ایک مرتبہ آپ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد گھر تشریف لائے اس وقت میرے پاس انصار کے قبیلے بنو حرام کی کچھ خواتین بیٹھی ہوئی تھیں اس وقت نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے یہ دو رکعات ادا کی تھیں میں نے ایک کنیز کو آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے پاس بھیجا اور اسے یہ ہدایت کی کہ تم نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے پاس کھڑی رہنا اور پھر جب آپ نماز سے فارغ ہو جائیں تو عرض کرنا ام سلمہ کہہ رہی ہیں۔ یارسول اللہ! میں نے تو آپ کی زبانی یہی سنا ہے کہ آپ نے ان دو رکعات کو ادا کرنے سے منع کیا ہے اور اب میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ خود انہیں ادا کر رہے ہیں پھر میں نے اس کنیز کو ہدایت کی اگر نبی اکرم یہ تمہیں اشارہ کر دیں تو تم پیچھے ہٹ کر کھڑی رہنا اس نے ایسا ہی کیا آپ نے ہاتھ کے ذریعے اشارہ کیا وہ پیچھے ہٹ کر کھڑی رہی جب آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے ابو امیہ کی بیٹی تم نے مجھ سے عصر کے بعد کی دو رکعات کے بارے میں دریافت کیا ہے، میری پاس عبد القیس قبیلے کے لوگ اسلامی تعلیمات سے واقفیت حاصل کرنے آئے تھے ان کے ساتھ مصروف رہنے کی وجہ سے میں ظہر کے بعد والی دو رکعات سنت نہیں پڑھ سکا تھا یہ وہی دو رکعات تھیں۔

نماز مغرب سے قبل دو رکعت پڑھنا کیسا؟

مختار بن فلفل کہتے ہیں۔ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے عصر کے بعد نوافل ادا کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ عصر کے بعد نماز پڑھنے والوں کے بارے میں ہاتھ مار کر (افسوس کا اظہار کیا کرتے تھے) تاہم نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے زمانہ اقدس میں سورج غروب ہونے کے بعد اور مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعات ادا کیا کرتے تھے

مختار کہتے ہیں میں نے دریافت کیا، کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم بھی یہ دو رکعات ادا کیا کرتے تھے؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم ہمیں یہ دو رکعات ادا کرتے ہوئے دیکھا کرتے تھے لیکن نہ تو آپ نے ہمیں اس کا حکم دیا اور نہ ہی اس سے منع فرمایا۔

صلاۃ خوف کا طریقہ بیان کیجیے؟

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے جنگ کے دوران لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے پہلے ایک حصے کو نماز خوف پڑھائی اور دوسرا حصہ دشمن کے مقابلے میں ڈٹا رہا پھر پہلا حصہ نماز پڑھنے کے بعد اپنے ساتھیوں کی جگہ دشمنوں کے مدمقابل کھڑا ہو گیا اور دوسرا حصہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے لیے آگیا، آپ نے انہیں نماز پڑھانے کے بعد سلام پھیر لیا پھر ان دونوں گروہوں نے اپنی ایک، ایک رکعت الگ الگ ادا کی۔

معروضی سوالات

امام مسلم کا اصل نام ہے۔

(1)عبد اللہ (2)اسماعیل (3)مسلم

امام مسلم کے والد کا نام ہے۔

(1)عبد اللہ (2)اسماعیل (3)الحجاج القشیری

امام مسلم کی ولادت کا سن ہے۔

(1)۲۰٦ (2)۲۲۰ (3)۲۱۵

امام مسلم کے وصال کا سن ہے۔

(1)۲۰۹ (3)۲۱۵ (2)۲٦۱

امام مسلم کی کنیت ہے۔

(1)ابوالحسین (2)ابومسلم (3)عساکرالدین

امام مسلم نے مسلم شریف لکھی۔

(1)عوام کے اصرار پر (2)شاگرد کے کہنے پر (3)استاد کے کہنے پر

فاسق کوئی خبر لائے تو کرلیا کرو۔

(1) تحقیق (2)رد (3)قبول

حدیث مبارکہ کے مطابق سب سے بڑا جھوٹا وہ ہے۔

(1)جو منافق ہے (2)جو ہر سنی سنائی بات آگے بیان کردیں (3)جو نماز نہیں پڑھتا

ہر سنی سنائی بات آگے بیان کرنے والا اگر اس سے باز نہ آئیں تو نہیں بن سکتا۔

(1)علم حدیث کا امام (2)مومن (3)اس کے علاوہ

حدیث مبارکہ کے آخری زمانے میں کذاب ہونگے۔

(1)مشرک (2)دجال (3)منافق

حدیث مبارکہ کے مطابق شیطان شکل اختیار کرتا ہے اور لوگوں کو جھوٹی حدیث سناتا ہے۔

(1)گدھے کی (2)آدمی کی (3)اپنی اصل

کی روایت ہے کہ سمندر کی تہہ میں بہت سے شیطان قید ہے۔

(1)عمرو بن العاص (2)عمر فاروق (3)ابوھریرہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھ پر جھوٹ نہ بولو بلاشبہ جس نے مجھ پر جھوٹ بولا

(1)وہ منافق ہے (2)وہ جہنم میں داخل ہو گا (3)کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو

گا

حافظ قرآن کی مثال کی مانند ہے۔

(1)ان کے علاوہ (2) کھجور کے درخت (3)پاؤں بندھے اونٹ

رسول اللہ علیہ نے فرمایا کہ آل داؤد کی خوبصورت آوازوں میں سے خوبصورت آواز دی گئی ہے۔

(1) موسیٰ اشعری یا عبد اللہ بن قیس (2)عبد اللہ بن مسعود (3)زید بن حارث

فتح مکہ کے دن حضور علیہ السلام اپنی اونٹنی پر کون سی سورت کی تلاوت فرمارہے تھے۔

(1)سورۃ بقرۃ (2)سورۃ الفتح (3)سورۃ رحمن

قرآن پاک کی دلہن کہا گیا۔

(1)سورۃ البقرۃ (2)سورۃ فتح (3)سورۃ رحمن

سورۃ کیف سن کر بدکنے لگا تھا

(1)چوپایہ گھوڑا (2)منافق (3)کافر

قرآن پاک پڑھنے والے مومن کی مثال ہے۔

(1)دونوں کی طرح (2)ترنج کی طرح (3) کھجور کی طرح

جو قرآن پاک کی تلاوت نہیں کرتا اس کی مثال ہے

(1)سوکھے پتوں کی طرح (2)ترنج کی طرح (3) کھجور کی طرح

جو قرآن پاک کو اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اس کے لیے ہے۔

(3)دواجر (2)ایک (3)برابر

حضرت عبد اللہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میرے سامنے قرآت کرو تو انہوں نے کون سی سورت کی تلاوت فرمائی۔

(1) النساء (2) البقرۃ (3) اخلاص

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حمص میں تھا تو کچھ لوگوں نے مجھے کہا: ہمیں قرآن مجید سنائیں تو میں نے انھیں سورت سنائی۔

(1) سورۃ النساء (2) سورۃ البقرۃ (3) سورۃ یوسف

بروز قیامت شفیع ہو گی

(1) دونوں (2) سورۃ بقرۃ (3) سورۃ الا عمران

بطلہ سے مراد ہے۔

(1) جادو (2) سایہ (3) سائبان

فرشتے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو نور ملنے کی بشارت دی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے۔

(1) سورۃ الفلق اور سورۃ الناس (2) سورۃ بقرۃ اور سورۃ الا عمران (3) سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرۃ کی آخری آیات

جو شخص کی آخری دو آیات رات میں پڑھے گا وہ اس کے لیے کافی ہو نگی۔

(1) آیۃ الکرسی (2) سورۃ بقرۃ (3) سورۃ الا عمران

جو شخص سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات رات میں پڑھے گا۔

(1) اس کے علاوہ (2) اس کے لیے دو اجر ہے (3) وہ اس کے لیے کافی ہو نگی

جو شخص سورہ کہف کی پہلی دس آیات حفظ کرلے گا وہ کس کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔

(1)حب مال (2)دجال (3)حب دنیا

حدیث مبارکہ میں۔ کو قرآن کا حسن فرمایا گیا۔

(1)باادب بیٹھنے (2)وضو (3)حسن صوت

طرح کے لوگوں پر رشک کیا جاسکتا ہے۔

(1)تین (2)دو (3)پانچ

قرآن پاک میں مہارت رکھنے والا کے ساتھ ہوتا ہے۔

(1)فرشتوں (2)شھدا (3)صدیقین

حدیث مبارکہ کے مطابق قرآن کی سب سے عظیم آیت ہے۔

(1)سورۃ فاتحہ (2)آیت الکرسی (3)سورۃ اخلاص

کا ثواب ثلث قرآن کے برابر ہے۔

(1)سورۃ فاتحہ (2)آیت الکرسی (3)سورۃ اخلاص

حسد کرنا مقامات پر جائز ہے۔

(1)تین (2)دو (3)پانچ

معوذتین کہا جاتا ہے۔

(1)سورۃ الفاتحہ اور سورہ البقرۃ (2)سورۃ البقرۃ اور سورۃ الاعمران (3)سورۃ الفلق اور سورۃ الناس

قرآن پاک کا کتنی قراءتوں پر نازل ہوا ہے۔

(1)سات (2)ایک (3)لاتعداد

حدیث مبارکہ میں اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

(1) کسی وقت میں بھی نہیں (2) تین (3)دو

خلفات سے کیا مراد ہے

(1)حاملہ بکریاں (2)حاملہ گھوڑیاں (3)حاملہ اونٹنیاں

واللیل اذا یغشی واذ کروالا نثی کس کی قرآت ہے

(1)عبداللہ بن زبیر (2)عبداللہ بن مسعود (3)یعقوب بن اسحق

حدیث مبارکہ میں کس نماز کے پڑھنے والے کے لیے دو اجر ہیں

(1)عصر (2)عشاء (3)فجر

قرآن مجید حفظ کرنے والے کی مثال کس سے دی گی

(1)باندھے ہوئے گھوڑے کی طرح (2)باندھے ہوئے اونٹ کی طرح (3) باندھے ہوئے گدھے کی طرح

كتاب البيوع

مصدر کی تثنیہ اور جمع کب لا سکتے ہیں؟

جہاں کسی چیز کے تعدد اور کثرت کو بیان کرنا مقصود ہو تو وہاں پر مصدر کی تثنیہ اور جمع آسکتی ہے اور جہاں پر مذکورہ چیزیں نہ ہوں تو وہاں پر مصدر کی تثنیہ اور جمع نہیں آتی تو یہاں پر چونکہ بیع کی مختلف اقسام تھی اس لیے اس کی تثنیہ اور جمع کو ذکر کیا۔

بیع کا لغوی معنی

مقابلة الشيء بشئ مالا او لا

ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ بدلنا مال ہو یا نا ہو۔

بیع خریدنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

لا يبيع احدكم ۔۔۔

اسی طرح بیچنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اختلف النوعان فبيعوا كيف شئتم

بیع کی اصطلاحی تعریف

مبادلة المال بالمال بالتراضي ۔

مبادلة الشيء مرغوب فيه بمثله على وجه مخصوص ۔

صاحب شامی کے نزدیک مال کی تعریف

مایمیل الیه اطبع۔۔۔

جس کی طرف طبیعت مائل ہو اور حاجت کے وقت اس کا ذخیرہ کرنا بھی ممکن ہو۔

حکم

بائع کے لیے ثمن میں اور مشتری کے لیے مبع میں ثبوت۔

احل الله البیع وحرم الرباع۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے دو قسم کی بیچ کے مطالبات سے اور دو قسم کے لباسوں سے منع فرمایا ہے۔ بیع میں تو ملامسہ اور منابذہ سے منع فرمایا ہے۔

ملامسہ یہ ہے کہ آدمی دوسرے کے کپڑے کو رات یا دن میں ہاتھ سے چھو کر دیکھ لے اور اسے الٹ پلٹ کر نہ دیکھے جب کہ منابذہ یہ ہے کہ آدمی کسی دوسرے کی طرف اپنا کپڑا اچھینکے اور دوسرا اس کی طرف اپنا کپڑا اچھینکے اور اس کو دونوں بیع سمجھ لیں بغیر کسی نظر (اور غور وفکر کے) اور بغیر رضامندی اور اقرار کے

بیع ملامسہ

متعاقدین کا آپس میں ریٹ طے کرنے کے بعد یہ کہنا کہ جب مشتری مبیع کو چھو لے گا تو بیع تام ہو جائے گی خیار وغیرہ نہ ہو گا۔

بیع منابزہ

نبز سے ہے یعنی پھینکنا

مبیع کو پھینکنا یا کنکری کو پھینکنا یعنی بائع کا یہ کہنا کہ جب چیز کو پھینک دوں گا تو بیع لازم ہو جائے گی۔

حکم

یہ بیع فاسد ہے غرر اور دھوکے کی وجہ سے۔

لبستین

اس کا معنی ہے: دو لباس

1) اشتمال الصمی　　　2) احتبی فی ثوب واحد

اشتمال الصمی

اس کی دو صورتیں ہیں،

1) پہلی صورت سر تا پا کپڑا اس انداز سے لپیٹے کے ہاتھ نکالنا مشکل ہو جائے۔

حکم

اس طرح کپڑا لپیٹنا مکروہ ہے۔

2) دوسری صورت یہ ہے کہ جسم پر کپڑا اس طرح اوڑھنا کہ آدھا جسم ننگا رہے۔

حکم

منع اور حرام ہے کیونکہ ستر ننگا ہو رہا ہے۔

احتبی فی ثوب واحد یعنی اکڑو بیٹھنا

سرین کے بل بیٹھے گھٹنے کھڑے ہوں اور دونوں ہاتھوں سے حلقہ باندھے ہوئے ہو۔

حکم

اس کی بھی دو صورتیں ہیں،

1) پہلی صورت ایک کپڑا اوڑھا ہے۔

حکم

منع ہے ستر کے برہنہ ہونے کی وجہ سے۔

2) دوسری صورت دو چادریں ہیں ایک تہبند اور ایک اوپر لپیٹا ہوا ہے تو درست ہے اور اسی طرح احتبی فی ثوب واحد آپ علیہ الصلوۃ والسلام سے بھی منقول ہے کہ جس کے اندر دو چادریں تھی۔

الحصاۃ کنکری کی بیع

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کنکری پھینکنے کی بیع سے اور دھوکہ کی بیع سے منع فرمایا ہے۔

1)اس کی ایک صورت یہ ہے کہ چند تھان کپڑے کے ہوں بائع مشتری سے مخاطب ہو کر یہ کہے کہ جس تھان پر یہ کنکری گرے گی وہ تھان اتنے اتنے کے بدلے میں نے تجھے بیچا اور جب تک میں کنکری نہیں پھینکوں گا تجھے اختیار ہے جب کنکری پھینک دوں گا تو اختیار نہ رہے گا بیع لازم ہو جائے گی۔

2)دوسری صورت یہ ہے کہ زمین وغیرہ کی بیع ہو رہی ہو اورں بائع مشتری سے یہ کہے کہ یہاں سے لے کر جہاں تک میں کنکری پھینکوں گا جہاں تک کنکری گرے گی وہاں تک میں نے اتنے اتنے کے بدلے تجھے زمین بیچی۔

حکم

دونوں کا حکم یہ ہے کہ اس طرح بیع کرنا جائز نہیں کیونکہ دونوں صورتوں میں مبیع مجہول ہے اور غرر اور دھوکے کا بھی پہلو پایا جارہاہے۔

غرر کی تعریف

غرر کی تعریف یہ ہے کہ ثمن مبیع یا مدت میں ایسی جہالت ہو جو جھگڑے کی طرف لے جانے والی ہو۔

1) ثمن میں جہالت کی صورت،

جس طرح بائع مشتری سے یہ کہتا ہے کہ میں نے یہ بکرا پانچ نوٹوں کے بدلے تجھے بیچا اب نوٹ یعنی ثمن مجہول ہیں وہ سو کے بھی ہوسکتے ہیں ہزار کے بھی ہوسکتے ہیں پانچ ہزار کے بھی ہوسکتے ہیں۔

2) مبیع میں جہالت کی صورت،

ایک ریوڑ ہو اور بائع مشتری سے یہ کہے کہ میں نے ان میں سے ایک بکری ایک لاکھ روپے کی تجھے بیچی اب ریوڑ میں بکریوں کی عمریں مختلف ہیں کوئی فربہ ہو گی کوئی سوکھی ہو گی تو مبیع میں جہالت پائی گئی

3) مبیع غیر مقدور التسلیم ہو

جس طرح پانی کثیرہ کے اندر مچھلی کی بیع کرنا بھاگے ہوئے غلام کی بیع کرنا مجہول چیز کی بیع کرنا اور معدوم کی بیع کرنا۔

نوٹ

جہاں دھوکے کے ساتھ ساتھ حاجت نہ ہو تو وہاں پر بیع کرنا جائز نہیں لیکن اگر حاجت اور ضرورت ہو اور غرر حقیر ہو تو بیع غرر جائز ہے۔

جیسے حاملہ جانور کی بیع کرنا اب بچہ اس کے اندر نر ہے یا مادہ ہے اس کے اندر جہالت ہے اور دودھ دینے والے جانور کی بیع کرنا تو قاعدہ یہ ہے کہ جہاں غرر حقیر ہو تو وہاں پر بیع کرنا جائز ہے اور جہاں پر دھوکہ اس طرح کا ہو کہ جو جھگڑے کی طرف بلانے والا ہو تو وہاں پر بیع کرنا جائز نہیں ہو گا۔

حبلة

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل جاہلیت اونٹوں کے گوشت کی بیع حبل الحبلہ تک کی بیع کیا کرتے تھے۔ اور حبل الحبلہ یہ ہے کہ اونٹنی بچہ جنے پھر وہ مادہ ہونے کی صورت میں حاملہ ہو جائے (تو اس پیدا ہونے والے بچہ کے حمل تک کی بیع کر لیا کرتے تھے۔) رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے انہیں منع فرمادیا۔

جمع ہے حابل یعنی حاملہ جانور کی بیع،

کسی چیز کی معیاری قیمت پر بیع کی جائے لیکن مشتری یہ کہے کہ قیمت اس وقت دوں گا جب حاملہ جانور حمل وضع کرے۔

حکم

بیع فاسد ہے کیونکہ مدت مجہول ہے۔

حمل کے حمل کی بیع کرنا

حکم

بیع باطل ہے کیونکہ اس میں مبیع مجہول ہے اور معدوم بھی ہے۔

بیع باطل

رکن بیع یا محل بیع میں فساد ہو تو بیع باطل ہوتی ہے۔

حکم

اصلا عقد ہوتا ہی نہیں اگرچہ قبضہ کر لیا ہو قبضہ کر لیا تو اس کا حکم امانت کے حکم کی طرح ہے۔

بیع فاسد

ہر وہ فساد جو رکن بیع یا محل بیع کے علاوہ ہو۔

حکم

اگر بائع کی اجازت سے قبضہ کیا ہو تو مالک ہو جائے گا لیکن یہ ملک ملک خبیث ہے اس کو لوٹانا ضروری ہے اور اگر بائع کی اجازت کے بغیر قبضہ کیا ہو تو مالک نہ ہو گا اور تصرف بھی نہیں کر سکتا ہے۔

سوم علی السوم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کوئی آدمی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ ہی بھائی کے پیغام پر پیغام نکاح دے الا یہ کہ اس کی اجازت ہو۔

بیع علی البیع

بائع اور مشتری کسی چیز کے ثمن پر رضامند ہوئے ایک دوسرا شخص وہ کہتا ہے کہ اس کی مثل چیز میں تجھے کم قیمت میں بیچتا ہوں تم مجھ سے وہ چیز خرید لو مثال کے طور پر کسی شخص نے بکرا خیار شرط کے ساتھ خریدا ایک دوسرا آدمی مشتری کے پاس جاتا ہے کہ آپ نے یہ بکرا مہنگا خریدا ہے میرے پاس اسی کی مثل ایک بکرا کھڑا ہوا ہے لیکن کم قیمت میں ہے تم مجھ سے وہ خرید لو اور اس کو واپس کر دو۔

حکم

بالاجماع ایسا کرنا منع اور حرام ہے۔

بیع نجش

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: قافلہ سے بالا ہی بالائی کے لئے نہ ملا جائے۔ نہ تم میں سے کوئی دوسرے کی بیع پر بیع کرے تناجش بھی مت کرو شہر والا گاؤں والے کے مال کو فروخت نہ کرے اونٹ اور بھیڑ بکری کے تھنوں میں دودھ بغیر دھوہے جمع کر کے مت رکھو، جس نے اس کے بعد جانور خریدا تو اسے دودھ دوہنے کی بعد دونوں باتوں کا اختیار ہے چاہے اگر راضی ہو تو اسے ہی رکھ لے اور اگر راضی نہ ہو تو وہ جانور اور مزید ایک صاع (اناج وغیرہ کا) واپس کر دے۔

وهو ان يزيد في الثمن ولا يريد الشراء او يمدحه مما ليس فيه

کسی شخص کا ثمن میں زیادتی کرنا یا مبیع کی ایسی تعریف کرنا کہ جو اوصاف اس میں نہیں حالانکہ اس شخص کا مبیع خریدنے کا ارادہ نہیں۔

حکم

ائمہ اربعہ کے نزدیک ناجائز اور حرام ہے ناجش گنہگار ہے اگر اس میں بائع بھی شامل ہے تو وہ بھی گناہ گار۔

باب تحریم تلقی الجلب

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر تجارتی قافلوں سے سامان کے لئے ملنے سے منع فرمایا قبل اس کے کہ وہ بازاروں میں پہنچ جائیں۔

تلقی الجلب کا مطلب یہ ہے کہ کوئی تاجر باہر سے سامان تجارت شہر کے اندر فروخت کرنے کیلیے لا رہا ہو تو دوسرا اسکے شہر میں داخل ہونے سے پہلے اس سے اسکا سامان تجارت خرید لے تو اسکو تلقی الجلب یا تلقی البیوع کہا جاتا ہے۔

حکم

امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر تلقی الجلب سے کوئی ضرر یا غرر (دھوکا لاحق نہ ہو تو جائز ہے اور اگر اہل شہر قحط میں ہوں اور حاجت ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔

أئمہ ثلاثہ کے نزدیک تلقی جلب مطلقاً ممنوع ہے، چاہے ضرر و غرر ہو یا نہ ہو۔

حکمت

تاجروں اور اہل شہر کو دھوکے سے بچانا۔

دلیل جمہور : عن عثمان عن عبد الله عن النبی صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أنه نهى عن تلقی البيوع)

حدیث میں آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مطلقا تلقی البیوع سے منع فرمایالہذاہر صورت میں مطلقة تلقی الجلب ممنوع ہو گا۔

امام ابو حنیفہ کی دلیل:

آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے تلقی الجلب سے دووجہوں سے منع فرمایا(۱)ضرر(۲)غرر،ضرر بایں معنی کہ آدمی تاجر کے شہر میں داخل ہونے سے پہلے اسکاسامان خرید کر مہنگی قیمت میں بیچتاہے جس سے لوگوں کو مہنگائی کاضرر لاحق ہوتاہے،اور غرر بائیں معنی کہ آدمی تاجر کے شہر میں داخل ہونے سے پہلے اسکاسامان خریدنے میں دھوکے سے کام لیتاہے،مثلاً تاجر کے سامان کی قیمت بازار میں اگر 20روپئے فی کلوہے تووہ اسکوبتائے گاکہ اس کی قیمت 10روپئے فی کلوہے تو یہ غرر ہے لھذاضرر یاغرر کی وجہ سے تلقی جلب ممنوع ہے۔لیکن اگر یہ دونوں چیزیں نہ پائی جائیں تو تلقی جلب میں کوئی حرج نہیں ہے۔

باب تحريم بيع الحاضر البادي

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:ہمیں اس بات سے منع کیاگیاہے کہ شہری دیہاتی کامال فروخت نہ کرے خواہ وہ اس کابھائی یاباپ ہی ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:شہری دیہاتی کامال فروخت نہ کرے لوگوں کو چھوڑدو اللہ بعض کو بعض کے ذریعہ سے رزق عطافرماتاہے۔

جب للبادی کالام اصلی معنی میں ہو تو مختار تعریف یہ ہے کوئی دیہاتی طعام لے کر مصر کی طرف آیاشہری اس دیہاتی کاوکیل بن کر مہنگے داموں میں طعام کو بیچے۔

اگرلام من کے معنی میں ہو تو تعریف یہ ہے کہ شہری کادیہاتی سے اپنے لیے بیع کرنا۔

حکم

امام مالک، شافعی اور احمد کے نزدیک شہری کا دیہاتی کا مال فروخت کرنا ممنوع ہے۔

امام احمد بن حنبل کا دوسرا قول یہ ہے کہ بیع کرنا جائز ہے اور ممانعت والی روایات منسوخ ہیں یا پھر وہ ابتدائے اسلام پر محمول ہیں۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر کوئی ضرر یا غرر نہ تو جائز ہے۔

جمہور کی دلیل:

عن جابر عن النبی صَلَّى الله تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قال: لا يبيع حاضر لباد۔

شہری دیہاتی کا مال نہ فروخت کرے۔

اس حدیث میں مطلقاً شہری کو دیہاتی کے مال فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے لہذا ہر صورت میں بیع الحاضر المبادی ممنوع ہو گا۔

ابو حنیفہ کی دلیل:

بیع الحاضر للبادی ضرر و غرر کے وجہ سے ممنوع ہے لہذا ضرر یا غرور نہ پائے جانے کی صورت میں یہ بیع جائز ہو گی۔

باب حکم بیع المصراة

المصرلة :

مشتق من التصرية، معناها الحبس (روکنا)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث منقول ہے اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جس نے تصریہ کی ہوئی بکری خریدی تو اس کو تین دن کا خیار ہے اگر چاہے تو رکھ لے اور اگر چاہے تو واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجور بھی دے دے۔

بکری اونٹنی یا کسی بھی جانور کے تھنوں میں دودھ روکنا تاکہ دوسرے آدمی کو زیادہ محسوس ہو اور وہ اس کا زیادہ ریٹ لگائے

جیسا کہ بعض دفعہ آدمی بکری یا اونٹنی کو زیادہ قیمت میں بیچنے کی لالچ میں کئی دن تک اس کا دودھ نہیں نکالتا تاکہ اس کو خریدنے والا زیادہ دودھ والا جانور سمجھ کر زیادہ قیمت میں خرید لے۔ لیکن اس صورت میں گھر لے جانے کے بعد وہ اس دھوکے سے باخبر ہو گیا تو اب وہ کیا کریگا؟

امام مالک، شافعی، احمد اور ابو امام زفر کے نزدیک مصرات بکری یا اونٹنی خریدنے والے کو تین دن تک اختیار رہے گا اگر چاہے وہ اپنے پاس رکھے یا لوٹا دے تین دن کے بعد خیار ختم ہو جائے گا اور جانور لوٹانے کی صورت میں ایک صاع کھجور بھی دے۔

طرفین کے نزدیک مشتری کے لئے مصرات بکری بائع کو لوٹانے کا اختیار نہیں ہے لیکن اس کو رجوع بالنقصان کا اختیار ہے یعنی مشتری نے دھوکے کی وجہ سے جو قیمت زیادہ دی ہے بکری کی صحیح قیمت پھر سے لگا کر زائد قیمت واپس لے لے۔

جمہور کی دلیل:

عن أبي هريرة أن رسول الله صَلَّى الله تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قال: لا تصروا الإبل و الغنم للبيع فمن ابتاعها بعد ذلك فهو بخير النظرين بعد أن يحلبها ثلاثا ، إن رضيها أمسكها ، وإن سخطها ردها وصاعا من تمر .

یعنی رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا اونٹ اور بکری کے بیچنے کے لیے تصریہ مت کرو جس شخص نے اس کو خریدا اس کے بعد تو وہ تین دن دوہنے کے بعد دو اختیار کے ساتھ ہے اگر چاہے تو اس کو روکے رکھے اور اگر چاہے تو اسکو لوٹا دے اور ایک صاع کھجور بھی لوٹا دے۔ یہ حدیث جمہور کے مذہب پر صریح دلیل ہے

طرفین کی دلیل:

وہ فرماتے ہیں اب بکری کو لوٹانا ممکن نہیں رہا کیونکہ بکری کے تھنوں میں جو دودھ تھا وہ مشتری کی ملکیت میں آگیا اور اس کی ملکیت میں بکری آنے کے بعد جو دودھ پیدا ہوا وہ بھی اس کا ہے لہذا اگر وہ بکری کو لوٹانا چاہے گا تو اب دو حال سے خالی نہیں یا تو دونوں قسم (جو خریدنے کے وقت دودھ تھا اور جو اس کے یہاں پیدا ہوا) کے دودھ کی قیمت لوٹائے گا یا کل دودھ کی قیمت بالکل نہیں لوٹائے گا، پہلی صورت میں مشتری کا نقصان ہے کیونکہ اس کو اس دودھ کی قیمت بھی ادا کرنی پڑ رہی ہے جو اس کے یہاں آنے کے بعد نکلا، دوسری صورت میں بائع کا نقصان ہے کہ اس کو اس کے دودھ کی قیمت نہیں حاصل ہو رہی ہے جو اس کے یہاں اس کے جانور کے تھن میں تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ عقد کے وقت جتنا دودھ تھا اس کی قیمت بائع کو واپس کر دیا جائے لیکن سوال یہ ہے کہ ہمیں کیسے معلوم ہو گا کہ عقد کے وقت کتنا دودھ تھا اور عقد کے بعد کتنا دودھ بڑھ گیا لہذا واضح ہو گیا کہ دودھ کے واپسی کی کوئی صورت نہیں ہے تو دودھ کے بغیر بکری مصرات کے واپسی کی بھی کوئی صورت نہیں ہو گی۔

اعتراض یہ ہوا کہ حدیث پاک میں تو صراحت ہے کہ مشتری واپس کر دے اور کھجوریں دے تو حدیث کے ظاہر پر آپ نے عمل کیوں نہ؟

جواب یہ حدیث قران پاک اور دیگر حدیث اور اجماع کے خلاف ہے لہذا یہ قابل استدلال نہیں۔

کیونکہ قران پاک میں جہاں بدلے کا ذکر آیا تو وہاں پر اللہ پاک نے برابری کو ذکر فرمایا اب کھجوریں دودھ سے کم بھی ہو سکتی ہیں زیادہ بھی تو جب برابری نہیں رہی تو قران پاک پر عمل نہ ہو گا۔

علامہ عینی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حدیث منسوخ ہے۔

احناف کے ہاں اس حدیث کا محمل خیار شرط ہے اور اس کی تائید اسی حدیث سے ہوتی ہے کہ اس کے اندر تین دن کی مدت کا ذکر ہے اور تین دن کی مدت یہ خیار شرط کی مدت ہے۔

باب بطلان مبيع قبل القبضة

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "جس نے کوئی اناج وغیرہ خریدا تو وہ اسے آگے فروخت مت کرے یہاں تک کہ اس کو پورا پورا وصول کر لے۔

امام شافعی اور امام محمد کے نزدیک کسی بھی چیز کو اس کے قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں ہے چاہے وہ کھانا ہو یا جائیداد منقولی چیز ہو یا غیر منقولی،

دليل: عن ابن عباس أن النبي صَلَّى الله تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قال: من ابتاع طعاما فلا يبعه حتى يستوفيه.

یعنی جو شخص کھانا خریدے وہ اس کو نہ بیچے یہاں تک کہ وہ اس کو حاصل کر لے۔

امام شافعی کہتے ہیں اس حدیث میں بیع قبل القبضہ طعام کے ساتھ خاص نہیں لہذا اطعام کے علاوہ بقیہ چیزوں میں بیع قبل القبضہ جائز نا ہو گی۔

امام مالک کے نزدیک کھانے کے علاوہ تمام چیزوں میں بیع قبل القبضہ جائز ہے۔

امام مالک بھی اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ اس حدیث میں بیع قبل القبضہ طعام کے ساتھ خاص ہے لہذا اطعام کے علاوہ بقیہ چیزوں میں بیع قبل القبضہ جائز ہو گی۔

امام احمد بن حنمبل رحمتہ اللہ علیہ کے دو قول ہیں ایک قول مطلقاناجائز کاہے اور دوسری قول مطلقاجائز کا ہے

امام اعظم ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک زمین کے علاوہ کسی چیز میں بیع قبل القبضہ جائز نہیں ہے بشر طیکہ وہ زمین مامون ہو یعنی دریاوغیرہ کے کنارہ نہ ہو کہ اس کے دریا میں مدغم ہو جانے کا خدشہ ہو۔

امام اعظم بھی اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں لیکن وہ بیع قبل القبضہ کی ممانعت کی علت فساد شئ نکالتے ہیں یعنی قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا اس لیے ممنوع ہے کیونکہ ممکن ہے کہ قبضہ کے وقت وہ خراب ہو جائے مثلا کسی شخص نے کھانا خریدا یا جانور خریدا اور اس پر قبضہ نہیں کیا تو ممکن ہے کہ قبضہ کے وقت کھانا خراب ہو جائے یا جانور مر جائے تو اب مشتری اس کو کیسے حاصل کرے گا اس لیے بیع قبل القبضہ ممنوع قرار دے دیا گیا

لیکن زمین کے خراب ہونے کا یا چوری ہونے یا غائب ہو جانے کا کوئی خدشہ نہیں ہے اس لیے امام اعظم علیہ الرحمہ نے زمین کو قبل القبضہ فروخت کرنے کی اجازت دے دی۔

قبضے کی مختلف صورتیں ہیں

1) چیز کو مشتری کے ہاتھ میں دے دینا

2) تخلیہ کرنا یعنی مشتری نے مکان بیچا اور اس مکان کو خالی کر دیا

3) انتقال یعنی چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا

4) کیل یا وزن کرنا

الصکاک

وہ تحریر جس میں تیسری چیز کی ادائیگی کا وعدہ کیا گیا ہو یا وہ ورق جس میں کسی شخص کے لیے حکومت کی طرف سے وظیفہ یا کوئی چیز دینے کا وعدہ کیا گیا ہو

مجہول مقدار کی بیع اس چیز کے ساتھ کرنا جس کی مقدار معلوم ہو

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے منع فرمایا ہے:" کھجور کے ایسے ڈھیر کو جس کا وزن معلوم نہ ہو معلوم الوزن کھجور کے ڈھیر کے عوض فروخت کرنے سے۔

اس کے اندر تین اصول ہیں،

1) پہلا اصول قدر مع الجنس چیز ہو تو برابر ضروری ہو اور ادھار جائز نہیں قدر سے مراد کیلی یا موزونی ہونا۔

2) دوسرا اصول قدر مع الجنس سے ایک چیز پائی جائے تو کمی بیشی جائز اور ادھار ناجائز۔

3) تیسرا اصول قدر مع الجنس دونوں نہ ہوں تو کمی بیشی بھی جائز اور ادھار بیچنا بھی جائز۔

باب ثبوت خیار المجلس للمتباعین

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:" بائع اور مشتری دونوں میں سے ہر ایک کو دوسرے پر اختیار ہے جب تک کہ دونوں جدا نہ ہو جائیں سوائے اس بیع کے جس میں اختیار کی شرط رکھی گئی ہو۔

اگر دو آدمی ایک دوسرے سے بیع وشرا کریں تو کب تک ان کو بیع فسخ کرنے کا اختیار رہتا ہے؟

امام شافعی اور امام احمد خیار مجلس کا اعتبار کرتے ہیں یعنی دونوں نے جب ایجاب و قبول کر لیا تو جب تک وہ مجلس میں ہیں ان کو اختیار ہے کہ بیع فسخ کر دیں، ان میں سے ایک اٹھ گیا تو خیار مجلس ساقط ہو جائے گا یا ان میں سے کوئی ایک کہئے اختیار کرو دوسرا کہے میں نے اختیار کیا تو اس سے بھی خیار ساقط ہو جائے گا۔

امام اعظم اور امام مالک کے نزدیک خیار مجلس کوئی چیز نہیں ہے جب متعاقدین نے ایجاب و قبول کر لیا تو بیع تام ہو گئی اب بغیر دوسرے کے رضامندی کے بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہو گا۔

امام شافعی واحمد کی دلیل:

عن ابن عمر أن رسول الله صَلَّى الله تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قال: البيعان كل واحد منهما بالخيار على صاحبه مالم يتفرقا إلا بيع الخيار

یعنی جب تک دونوں متعاقدین جدا نہ ہوں تب تک اس میں سے ہر ایک کو اختیار ہے مگر یہ کہ خیار شرط لگا دی ہو۔

امام اعظم ومالک کی دلیل:

﴿يأيها الذين آمنوا أوفوا بالعقود﴾ (المائدہ)

اس آیت میں عقد پورا کرنے کا حکم ہے اور عقد ایجاب و قبول سے پورا ہو جاتا ہے آیت کریمہ میں خیار مجلس کا ذکر نہیں ہے۔

امام شافعی اور احمد کی مستدل حدیث کا جواب یہ ہے کہ "مالم یتفرقا" سے مراد تفرق بالابدان نہیں ہے بلکہ تفرق بالاقوال ہے یعنی ایجاب و قبول مراد ہے یعنی جب تک ایجاب و قبول سے فارغ نہ ہو جائیں اس وقت تک فسخ کا اختیار رہے گا اور ایجاب و قبول کے بعد فسخ کا اختیار نہیں ہو گا۔ الا یہ کہ دونوں فسخ پر راضی ہو جائیں۔

حدیث مبارکہ میں البیعان کا لفظ آیا ہے اس کے تین معنی ہیں ایک معنی یہ ہے کہ ایجاب و قبول سے پہلے ان کو البیعان کہا جاتا ہے ماں یول کے اعتبار سے دوسرا معنی یہ ہے کہ مایول کے سے اعتبار سے یہ لفظ کہا جاتا ہے کہ وہ قبول کر چکے تیسرا معنی یہ ہے کہ جب دونوں گفتگو میں یعنی ایجاب و قبول میں مشغول ہیں تو ان پر لفظ متباعین کا لفظ بولا جاتا ہے جو اس کا حقیقی معنی ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب تک حقیقی معنی پر عمل کرنا متعذر نہ ہو تو اسی پر عمل کیا جائے گا لہذا یہاں پر یہی معنی مراد لینا درست ہے اور تفرق سے تفرق بالاقوال مراد ہے۔

باب من يخدع في البيع

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ سے ایک آدمی کا تذکرہ کیا گیا کہ وہ بیع وغیرہ میں (عموماً) دھوکہ کھا جاتا ہے (اپنی سادہ لوحی کی بناء پر) رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا کہ: جب تم کسی سے بیع و شراء کیا کرو تو کہہ دیا کرو کہ دھوکہ نہیں ہے چنانچہ اس کے بعد جب بھی وہ بیع کرتے تو یہی کہتے کہ دھوکہ نہیں ہے۔

اگر کسی کے ساتھ غبن فاحش کیا گیا ہو تو کیا اس کو خیار حاصل ہو گا

جمھور علماء کے نزدیک خیار حاصل نہ ہو گا بیع لازم ہو گئی اب وہ لوٹا نہیں سکتا،

جمہور کی دلیل:

ذكر رجل الرسول الله أنه يخدع في البيوع، فقال رسول الله : من بايعت فقل لا خلابة .

یعنی ایک آدمی نے آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کیا کہ وہ بیوع میں دھوکہ دیا جاتا ہے رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس شخص سے تو بیع کرے تو کہہ کوئی دھوکہ نہیں ہوگا۔ اگر مغبون کے لیے خیار فسخ ہوتا تو آپ اس شخص سے بیع کے وقت لا خلابۃ کہنے کو نہ فرماتے کیونکہ اگر مغبون کو خیار حاصل ہوتا تو لا خلابۃ کے ذریعہ خیار حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

باب النهي عن بيع الثمار قبل بدو صلاحها

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کھجور کی بیع سے منع فرمایا یہاں تک کہ اس میں سرخی یا زردی آجائے (جو علامت ہے پھل کے پکنے کی) اسی طرح گندم کی بالی کی بیع سے منع فرمایا حتی کہ سفید ہو جائے اور آفت (قدرتی) سے محفوظ ہو جائے۔ اور بائع و خریدار دونوں کو منع فرمایا کہ نہ بائع فروخت کرے نہ خریدار خریدے)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم نے منع فرمایا ہے پھل کی صلاح ظاہر ہونے سے قبل اسے بیچنے سے اور اس بات سے کہ تر کھجور کو خشک کھجور کے عوض فروخت کیا جائے۔

بدو صلاح کیا ہے؟

- امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک بدو صلاح یہ ہے کہ پھل فساد اور آفت سماویہ سے محفوظ ہو جائے اور آفت سماویہ سے اس وقت محفوظ ہوگا جب پھل پکنے کے قریب ہو جائے۔
- امام شافعی بدو صلاح کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ پھل کا پکنا اور اس میں مٹھاس کا ظاہر ہونا ہے

لیکن بدو صلاح کے بعد پھل بیچنے کے حکم میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

اس کی تین صورتیں ہیں،

پہلی صورت پھل ظاہر ہونے سے پہلے بیع کرنا۔

حکم

بالاتفاق ناجائز اور باطل ہے کیونکہ مبیع معدوم ہے اور معدوم کی بیع باطل ہے اس کے ساتھ ساتھ غرر اور دھوکہ بھی ہے لیکن موجودہ فتوی اس پر ہے کہ عموم بلوا کی وجہ سے یہ بیع بھی جائز ہے۔

دوسری صورت پھل ظاہر ہونے کے بعد اور بدو صلاح سے پہلے بیع کرنا۔

1) پھل کچھ دن درخت پر چھوڑنے کی شرط لگانے کے ساتھ بیع کرنا

حکم

بالاتفاق ناجائز کیونکہ اس میں بائع کی ملکیت کو مشغول رکھنا ہے اور اس میں ایسی شرط ہے جس کا عقد تقاضا نہیں کرتا اور حدیث مبارکہ میں بیع مع الشرط سے منع کیا گیا ہے موجودہ فتوی یہ ہے کہ عموم بلوی کی وجہ سے یہ بیع بھی جائز ہے۔

2) پھل کاٹنے کی شرط کے ساتھ بیع کرنا۔

حکم

ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے۔

3) مطلقا بیع کرنا۔

حکم

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ناجائز ہے عند الاحناف جائز ہے۔

تیسری صورت پھل ظاہر ہونے کے بعد اور بدو صلاح کے بعد بیع کرنا۔

1)یقاد علی الشجر کی شرط کے بغیر کرنا۔

حکم

بالاتفاق جائز ہے۔

2)شرط کے ساتھ بیع کرنا۔

حکم

شیخین کے نزدیک ناجائز ہے۔

ائمہ ثلاثہ اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے امام طحاوی علیہ الرحمہ اور علامہ شامی علیہ الرحمہ نے امام محمد کے قول کو لیا ہے اور اسی پر فتوی ہے۔

باب بیع العرایا۔

العرایة : جمع عریة معناها عطیة.

وهو بیع الرطب علی النخل بألتمر علی الأرض خرصا .

یعنی درخت پر کھجور کا زمین پر موجود کھجور سے اندازہ لگا کر بیچنا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا: مخابرہ سے، محاقلہ سے، مزابنہ سے اور کھجور کی بیع سے جب تک وہ کھانے کے قابل نہ ہوں اور اس بات سے منع فرمایا کہ کھجور کو دینار اور درہم کے علاوہ کسی چیز کے عوض نہ فروخت کیا جائے سوائے عرایا کے۔

عرایا یہ ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے زمانے میں کچھ لوگ اپنے باغ کے ایک یا دو درخت کے پھل کسی غریب کو ہبہ کر دیتے تھے پھر پھل پکنے کے زمانہ میں مع اہل و عیال باغ میں تفریح اور پھل کھانے کی غرض سے قیام کرتے تھے اور اس فقیر کا بار بار اس باغ میں درخت موہوب لہ سے پھل توڑنے کی غرض سے آنا جانا باغ کے مالک کے بیوی بچوں کے لئے پریشانی کا باعث ہوتا تو مالک اس فقیر سے کہتا کہ جو درخت پر پھل ہے اس کا اندازہ لگا لو اور مجھے فروخت کر دو اور اس کے عوض میں ٹوٹی ہوئی کھجوریں لے لو اس صورت کو عرایا کہتے ہیں۔

آئمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک یہ قد جائز نہیں دلیل حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

لا تبتاع الثمر بالتمر

ثمر سے مراد رطب یعنی تازہ کھجور ہے مطلب یہ ہوا کہ تازہ کھجوروں کو خشک کھجوروں کے ساتھ نہ بیچو۔

امام اعظم کے نزدیک یہ عقد جائز ہے۔

دلیل تازہ کھجوروں کو خشک کھجوروں کے بدلے بیچنا دو حال سے خالی نہ ہو گا یا تو دونوں ایک ہی جنس سے ہوں گے یا نہیں اگر دونوں کو ایک ہی جنس سے مانا جائے تو بھی عقد درست برابر برابر حدیث مبارکہ کی وجہ سے اور اگر دونوں کو ایک جنس سے نہ مانا جائے تو بھی یہ عقد درست ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے فرمان کی وجہ سے:

اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم

ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کی دلیل کا جواب

مذکورہ حدیث قائم الشجر پر محمول ہے۔

عرایا کی تعریف

امام شافعی کے نزدیک یہ ہے کہ باغ والا اندازہ لگائے کہ درخت پر جو کھجوریں ہیں خشک ہو کر کتنے وسق بنے گی جتنے وسق بنے گی اتنے وسق چھوارے کے ساتھ بیچنا لیکن شرط یہ ہے کہ پانچ وسق سے کم ہو اس سے زائد نہ ہو۔

احناف کے نزدیک باغ کا مالک درخت کے پھل کسی فقیر کو تحفہ دے اور اور درخت کی ملکیت اپنے پاس رکھے آنے جانے سے اس کو تکلیف ہو صاحب باغ موہوب لہ کو کہتا ہے کہ جتنی کھجوریں بنتی ہیں اندازہ لگالو اور اتنی مقدار چھوارے لے لو۔

اس کی حقیقت کیا ہے؟

امام اعظم مالک اور احمد کے نزدیک یہ ہبہ ہے جبکہ شوافع کہتے ہیں کہ یہ بیع ہے۔

اعتراض ہوا کہ حدیث میں عرایہ پر بیع کا اطلاق ہوا ہے؟

حقیقتا نہیں بلکہ مجازا اس پر بیع کا اطلاق ہوا ہے کیونکہ شکل وصورت بیع والی بن رہی تھی نہ کہ حقیقتا۔

اعتراض ہوا حدیث مبارکہ میں پہلے بیع مزابنہ کا ذکر ہے پھر اس سے استثنی کیا گیا ہے عرایا کا لہذا معلوم ہوا کہ عرایا مزابنہ کی قسم ہے اور یہ بھی بیع ہے؟

یہ استثنی منقطع ہے اور مستثنی منقطع ما قبل کی جنس سے نہیں ہوتا۔

باب من باع نخلا علیھا تمرا

اگر کوئی شخص درخت بیچے تو اس حال میں کہ اس پر پھل ہوں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جو شخص پیوند کاری کیا ہوا کھجور کا درخت فروخت کرے تو اس کا پھل بائع کے لئے ہی ہو گا الا یہ کہ خریدار اس کی شرط لگا دے (بیع کے وقت کہ پھل میں لوں گا۔

اگر پھل کے ساتھ درخت بیچنے کی شرط لگائی تو بالاتفاق پھل درخت کی بیع میں داخل ہو جائے گا اور اگر پھل کے ساتھ درخت بیچنے کی شرط نہیں لگائی تو پھل بیع میں داخل نہیں ہوں گے۔

اگر مطلقاً درخت بیچا تو کیا اس صورت میں پھل بیع میں داخل ہو گا یا نہیں؟

- اگر درخت تابیر کے بعد بیچا ہے تو پھل بالاتفاق بائع کے ہونگے۔
- اگر تابیر سے پہلے درخت بیچا ہو تو اس میں اختلاف ہے۔

- ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تابیر سے قبل درخت بیچا ہے تو پھل مشتری کا ہو گا الا یہ کہ مشتری شرط لگادے۔
- امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس صورت میں بھی پھل بائع کا ہو گا۔

خلاصہ کلام

امام ابو حنیفہ کے نزیک قبل التابیر یا بعد التابیر ہر صورت میں پھل بائع کا ہو گا الا یہ کہ مشتری شرط لگادے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک درخت قبل التابیر بیچنے کی صورت میں پھل مشتری کا ہو گا اور بعد التابیر بیچنے کی صورت میں پھل بائع کا ہو گا۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل:

- عن ابن عمر قال: سمعت رسول الله صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يقول من ابتاع نخلا بعد أن تؤبر فثمرتها للذي باعها إلا أن يشرط المبتاع

یعنی جو شخص تابیر کے بعد درخت کو خریدے تو اس کا پھل بائع کے لیے ہو گا مگر یہ کہ مشتری شرط لگادے۔

ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد التابیر درخت بیچنے کی صورت میں پھل بائع کا ہو گا تو اس کا مفہوم مخالف یہ ہو گا کہ قبل التابیر پھل مشتری کا ہو گا چونکہ ان کے نزدیک مفہوم مخالف حجت ہے اس لیے مفہوم مخالف سے استدلال کرتے ہوئے قبل التابیر درخت بیچنے کی صورت میں پھل مشتری کا قرار دیتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک چونکہ مفہوم مخالف حجت نہیں ہے لہذا ہر صورت میں پھل بائع کے لیے ہو گا لیکن اگر شرط لگادی تو پھل مشتری کے ہوں گے اور حدیث مذکور میں بعد اُن تو بر کی قید اتفاقی ہے نہ کہ احترازی۔

بیع محاقلہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ، مزابنہ، معاومہ اور مخابرہ سے من منع فرمایاہے۔اور بیع السنین (کئی سالوں کی بیع) ہی معاومہ کہلاتی ہے۔اور بیع میں استثناء کرنے سے منع فرمایا(یعنی ایک مقدار مجہول کے استثناء کی شرط لگانے سے منع فرمایا)اور عرایا میں اس کی اجازت دی۔

محاقلہ (الحقل) سے نکلاہے اس کا معنی ہے، کھیتی

یعنی وہ گندم جو ابھی بالیوں کے اندر ہے اس کا اندازہ لگایا جائے اور اس کو بیچنا اس گندم کے بدلے جو گندم بالیوں سے نکال کر الگ رکھی ہوئی ہے

بیع مزابنہ

درخت کے اوپر لگی کھجوروں کا اندازہ لگایا جائے کہ اتنی مقدار ہیں پھر اتنی مقدار نیچے پڑی کھجوروں کے ساتھ آپس میں بیع کرنا۔

حکم

اس کے اندر احتمال رباہے اور حدیث میں اس سے منع کیا گیاہے کیونکہ جنس ایک ہے لہذا برابری کرنا ضروری تھا جبکہ یہاں پر درخت کے اوپر لگی کھجوروں کا اندازہ لگایا گیاہے۔

بیع مخابرہ

زمین کو کرائے پر دینا ایک شخص کی زمین ہو اور دوسرا شخص کھیتی باڑی کرے اور صاحب ارض وہ اس سے معاوضہ لے جو پہلے سے طے کیاہوا ہے۔

معاومہ

درخت پر موجود پھلوں کو چند سالوں کے لیے بیچنا۔

حکم

بالاجماع باطل ہے کیونکہ مبیع مجہول اور معدوم ہے اور ضرر کا پہلو بھی پایا جارہا ہے اور حدیث مبارکہ میں اس طرح کی بیع سے منع کیا گیا ہے۔

فائدہ

استثنی وہ منع ہے جس میں جہالت ہو مبیع مجہول ہو لہذا معین معلوم کا استثنی درست ہے کیونکہ یہ جھگڑے کی طرف لے کر جانے والا نہیں ہے۔

کس چیز کا استثنی کیا جاسکتا ہے؟

جس چیز پر مستقلا الگ طور پر عقد وارد کرنا جائز ہے اس کا استثنی بھی جائز ہے الا جائز نہیں مثال کے طور پر بھینس کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کو میں نے بیچا تو اب بھینس کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس پر مستقلا الگ طور پر عقد وارد نہیں ہو سکتا لہذا اس کا استثناء کرنا بھی درست نہیں۔

جانور کا بچہ الگ کھڑا ہے وضع حمل کے بعد بیع کرنا تو اس کا استثنا کرنا درست ہے کیونکہ اس پر الگ طور پر عقد وارد کرنا جائز ہے۔

باب ماجاء في كراء الأرض

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے زمین کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا ہے اور کئی برس کے لئے بیچ کرنے سے منع فرمایا ہے اور (درخت پر لگے ہوئے) پھل کو پکنے سے قبل فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اس میں چند صورتیں ہیں

1) پہلی صورت یہ ہے کہ مالک زمین کاشتکار سے یہ کہے کہ زمین کاشتکاری پر اس شرط پر دیتا ہوں کہ اس کی پیداوار کا معین حصہ بطور معاوضہ مجھے دو گے۔

حکم

اس طرح زمین کو کرائے پر دینا بالا جماع باطل ہے کیونکہ یہاں غرر پایا جارہا ہے ممکن ہے کہ پیداوار ہی اتنی ہو جتنا اس نے معین حصہ ذکر کیا ہے

2) اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ مالک زمین کاشتکار سے یوں کہے کہ میں یہ زمین اس شرط پر دیتا ہوں کہ اس زمین کے فلاں معین حصے کی پیداوار مجھے دو گے اس کا حکم یہ بھی باطل ہے کیونکہ دھوکے کا پہلو موجود ہے ممکن ہے کہ معین زمین کا جو حصہ ہے اس پر ہی پیداوار کا انحصار ہو مثال کے طور پر 10 ایکڑ زمین دے رہا ہوں فلاں ایکڑ کی پیداوار تو نے مجھے دینی ہے تو ممکن ہے کہ اس فلاں ایکڑ کی پیداوار ہی سب سے زیادہ ہو۔

3) تیسری صورت مزروعہ زمین کی پیداوار کے علاوہ کسی اور چیز کے بدلے زمین کو بٹائی پر دینا جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے۔

کس کس چیز کے بدلے دے زمین کو کرائے پر دے سکتا ہے؟

اس میں اختلاف ہے

امام ربیع کے ہاں فقط سونے اور چاندی کے عوض کاشتکاری پر دیا جاسکتا ہے۔

صاحبین امام اعظم امام احمد اور امام شافعی ان کے نزدیک پیداوار کے علاوہ ہر چیز کے بدلے میں زمین کو کاشتکاری پر دیا جاسکتا ہے جو وہ اپس میں طے کرلے۔

امام مالک کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

امام مالک کی دلیل:

عن جابر أن رسول الله صَلَّى الله تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نهى عن كراء الأرض

یعنی رسول اللہ ﷺ کے زمین کو بٹائی پر دینے سے منع فرمایا۔

دوسری جگہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

من كانت له أرض فليزرعها أو ليُزرعها أخاه ولا يكرها

یعنی جس کے پاس زمین ہو پس اس کو خود کھیتی کرنی چاہیے یا اپنے بھائی سے کھیتی کروائے اور زمین کو کرائے پر نہ دے۔ یہ حدیث امام مالک کے مذہب پر صریح دلیل ہے۔

جمھور کہتے ہیں کہ ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور اس میں ایثار و مواخات کی تعلیم دی گئی ہے اس حدیث میں کراہ لارض کی حرمت کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔

باب المساقاة

المساقاہ: وهي ماخوذة من السقي واصلها تعاهد الأشجار بالماء

دوسرے کے درخت کی دیکھ بھال کرنا اور اس کی سینچائی کرنا اور جب پھل آجائے تو اس کی نگہداشت کرنا پھر اس پھل میں سے اجرت لینا مساقاۃ کہلاتا ہے۔

- ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک مساقاۃ جائز ہے۔
- امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

جمہور کی دلیل:

عن ابن عمر أن رسول الله عامل اهل خيبر بشطر ما يخرج منها من ثمر أو زرع

یعنی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اہل خیبر سے اس چیز کی نصف پر معاملہ کیا تھا جو اس سے پھل یا اناج پیدا ہوتا تھا۔

امام ابو حنیفہ کی دلیل:

وہ فرماتے ہیں چونکہ یہ خیبر عنوہ (لڑکر) فتح ہوا تھا نہ کہ صلح پر اس لئے اہل خیبر اس وقت آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے غلام تھے آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جو کچھ ان کو دیا وہ بھی آپ کا تھا اور جو آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان سے لیا وہ بھی آپ ہی کا تھا۔

خلاصہ کلام یہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک مساقاۃ تھی ہی نہیں۔

کتاب الآداب

ابو القاسم کنیت رکھنے کی ممانعت اور ناموں میں سے جو نام مستحب ہیں ان کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو بقیع میں ابو القاسم کہہ کر آواز دی رسول اللہ صَلَّى اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے آپ صَلَّى اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مراد نہیں لیا بلکہ میں نے فلاں کو پکارا ہے رسول اللہ صَلَّى اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: تم میرا نام تو رکھو لیکن میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: تمہارے ناموں میں سے اللہ کے یہاں پسندیدہ نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں۔

فائدہ:

کنیت یہ ہے کہ انسان اپنی اولاد کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے کہ فلاں کا باپ وغیرہ مثلاً ابو محمد، ابو القاسم وغیرہ، اہل عرب میں کنیت کا رواج بہت زیادہ تھا اس حدیث میں رسول اللہ صَلَّى اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ابو القاسم کنیت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ آپ کی کنیت تھی۔

علماء نے اس ممانعت کو آپ صَلَّى اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانہ کے ساتھ مخصوص مانا ہے اور آپ کے بعد اس کی اجازت دی ہے کیونکہ اگر اب کسی کو اس کنیت سے پکارا جائے گا تو اشتباہ کا امکان نہیں اور بعض نے اس ممانعت کو اس پر محمول کیا ہے کہ جس شخص کا نام میرے نام سے مشابہ ہو اس کیلئے ابو القاسم کنیت رکھنا درست نہیں البتہ جس کا نام محمد نہ ہو وہ ابو القاسم کنیت اختیار کر سکتا ہے کیونکہ اس میں اشتباہ کا امکان نہیں۔

صحابیِ رسول حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی کے ہاں بچہ پیدا ہوا اس (بچہ) کا نام محمد رکھنے کا ارادہ کیا تو اس نے نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس حاضر ہو کر آپ سے پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا: انصار نے اچھا کیا میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا اپنے لڑکے کا نام رباح، سیار، افلح اور نافع نہ رکھو۔

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کلمات چار ہیں: سبحان اللہ الحمد للہ لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر اور تجھے ان میں سے کسی بھی کلمہ کو شروع کرنا نقصان نہ دے گا اور تم اپنے بچے کا نام سیار، رباح، نجیح اور اصلح نہ رکھنا کیونکہ تم کہو گے فلاں یعنی اصلح اور وہ نہ ہو گا کہنے والا کہے گا اصلح (کامیاب) نہیں ہے اور یاد رکھو یہ الفاظ (یسار، رباح، نجیح، افلح چار ہی ہیں۔ انہیں زیادہ کے ساتھ میری طرف منسوب نہ کرنا۔

اس حدیث میں برے نام رکھنے سے منع فرمایا گیا ہے اور چار نام رکھنے سے منع کیا گیا ہے لیکن علماء نے فرمایا کہ یہ ممانعت کراہت تنزیہی پر محمول ہے کیونکہ خود رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ایک غلام کا نام رباح تھا اور ایک آزاد کردہ غلام تھے جس کا نام یسار تھے

نام رکھنے میں اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ بزرگوں، مثلا انبیاء، صحابہ، صلحاء کے نام پر بچوں کے نام رکھے جائیں نام بگاڑے نہ جائیں۔ بامعنی ہوں۔ غلط معنی والے نہ ہوں یا ایسے معنی نہ ہوں جن سے ناگوار معنی کی طرف ذہن جائے مثلاً حدیث میں بیان کیا گیا کہ اصلح یا نافع نام نہ رکھے جائیں۔ اصلح کے معنی کامیاب اور نافع کے معنی نفع بخش ہیں حدیث میں فرمایا کہ اگر کوئی پکارے کہ نافع جواب میں کوئی کہے کہ نافع نہیں ہے تو اس کے ایک معنی یہ ہوں گے کہ نفع بخش چیز نہیں ہے گویا ایک ناگوار معنی کی طرف ذہن منتقل ہو گا یہ درست نہیں۔

رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے متعدد لوگوں کے نام غلط معنی والے ہونے کی وجہ سے تبدیل فرمائے تھے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت عمر کی بیٹی عاصیہ (نافرمانی کرنے والی) کانام تبدیل کرکے جمیلہ رکھ دیا کیونکہ مسلمان کی شان نہیں کہ وہ نافرمانی کرنے والا ہو اور نام کے اثرات چونکہ شخصیت پر پڑتے ہیں اس لیے غلط معنی والے ناموں سے اجتناب ضروری ہے اسی طرح برہ (نیک) نام کو بھی تبدیل فرمادیا۔

برے ناموں کو اچھے ناموں سے تبدیل کرنے اور برہ کو زینب سے بدلنے کے استحباب کا بیان

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عاصیہ کا نام تبدیل کر دیا اور فرمایا تو جمیلہ ہے اور روای حدیث احمد نے اخبرنی کی جگہ عن کا لفظ کر فرمایا ہے۔

حضرت (عبد اللہ) ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی ایک بیٹی کو عاصیہ کہا جاتا تھا رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کا نام جمیلہ رکھا۔

حضرت (عبد اللہ) ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ حضرت جویریہ کا نام برہ تھا۔ رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کا نام بدل کر جویریہ رکھا اور آپ ناپسند کرتے تھے کہ یہ کہا جائے وہ برہ یعنی نیکی کے پاس سے نکل گیا۔

صحابی رسول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ حضرت زینب کا نام برہ (پاکیزہ) تھا تو اسے کہا گیا کہ وہ از خود پاکیزہ بنتی ہے۔ تو رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کا نام زینب رکھ دیا۔

شہنشاہ نام رکھنے کی حرمت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے برا نام یہ ہے کہ کسی آدمی کا نام شہنشاہ رکھا جائے۔

احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں نے ابو عمر سے اخنع کا معنی پوچھا تو انہوں نے کہا: سب سے زیادہ ذلیل۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رسول اللہ صَلَّی اللہ تعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے مروی احادیث میں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے مبغوض اور بدترین آدمی وہ ہوگا جس کا نام شہنشاہ رکھا گیا ہوگا اللہ کے سوا کوئی بادشاہ نہیں۔

ملک الاملاک، یا ملک الملوک یا شہنشاہ نام رکھنا بھی حدیث کی رو سے منع ہے۔ کیونکہ ملک اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے اور وہی احکم الحاکمین ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے وہ صفاتی نام جو اس کے ساتھ مخصوص ہیں وہ بغیر عبد کی اضافت کے کسی انسان کے نام رکھنا جائز نہیں اور نہ ہی پکارنا جائز ہے مثلاً الرحمن الرحیم،

پیدا ہونے والے بچے کو گھٹی دینے اور گھٹی دینے کیلئے کسی نیک آدمی کی طرف اٹھا کر لے جانے کے استحباب اور ولادت کے دن اس کا نام رکھنے کے جواز اور عبد اللہ، ابراہیم اور تمام انبیاء علیہم السلام کے نام پر نام رکھنے کے استحباب کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں عبد اللہ بن ابی طلحہ انصاری کی ولادت کے بعد اسے رسول اللہ صَلَّی اللہ تعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا اور رسول اللہ صَلَّی اللہ تعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس وقت سخت کام میں مشغول تھے یعنی اپنے اونٹ کو روغن مل رہے تھے۔ تو آپ صَلَّی اللہ تعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: کیا تیرے پاس کھجوریں ہیں؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! اور میں نے کچھ کھجوریں آپ صَلَّی اللہ تعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ صَلَّی اللہ تعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں اپنے منہ میں ڈال کر چبایا پھر اس بچے کا منہ کھول کر آپ صَلَّی اللہ تعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں بچے کے منہ میں ڈال دیا بچہ نے اسے چوسنا شروع کر دیا تو رسول اللہ صَلَّی اللہ تعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: انصار کو کھجوریں پسندیدہ ہیں اور اس کا نام عبد اللہ رکھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹا بیمار تھا ابو طلحہ کہیں باہر تشریف لے گئے تو بچہ فوت ہو گیا جب ابو طلحہ واپس آئے تو پوچھا: میرے بیٹے کا کیا حال ہے؟ ام سلیم نے کہا: وہ پہلے سے افاقہ میں ہے پھر انہیں شام کا کھانا پیش کیا ابو طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ نے کھانا کھایا پھر اپنی بیوی سے صحبت کی جب فارغ ہوئے تو ام سلیم نے کہا: بچے کو دفن کر دو رہ جب ہوئی تو ابو طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: کیا تم نے رات کو صحبت بھی کی؟ تو انہوں نے عرض کیا جی ہاں! آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اے اللہ! ان دونوں کیلئے برکت عطا فرما۔ چنانچہ ام سلیم کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو ابو طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ نے مجھے کہا کہ اسے اٹھا کر نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں لے جاؤ۔ انس رضی اللہ تعالی عنہ اسے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں لائے ام سلیم رضی اللہ تعالی عنہا نے کچھ کھجوریں بھی ساتھ بھیج دیں۔ نبی کریم نے بچے کو لے کر فرمایا: کیا اس کے ساتھ کوئی چیز بھی ہے؟ صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم نے عرض کیا جی ہاں کھجوریں ہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں چبایا پھر ان کھجوروں کو بچہ کے منہ میں ڈال دیا۔ پھر اس کے تالو سے لگایا اور ان کھجوروں کو بچہ کے منہ میں ڈال دیا۔

حضرت عروہ بن زبیر اور فاطمہ بنت منذر بن زبیر رحمۃ اللہ علیہم سے روایت ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالی عنہا حالت حمل میں ہجرت کیلئے چلیں۔ جب قباء آئیں تو عبد اللہ پیدا ہوئے۔ پھر وہ رسول اللہ کی خدمت میں گھٹی کیلئے حاضر ہو میں تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عبد اللہ کو ان سے لے لیا اور اپنی گود میں بٹھا کر کھجور منگوائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں ہم تھوڑی دیر کھجور میں تلاش کرتے رہے۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے چبا کر اس کا لعاب دہن بچہ کے منہ میں ڈالا۔ پس سب سے پہلی چیز جو اس بچہ کے منہ میں گئی وہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا لعاب تھا۔

ابو اسید نے اپنے بیٹے کو اٹھانے کا حکم دیا تو اسے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ران پر سے اٹھالیا گیا وہ اسے لے گئے۔ جب رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے کام سے فارغ ہو کر متوجہ ہوئے تو فرمایا: بچہ کہاں ہے؟ ابو اسید نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے اسے اٹھالیا ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اس کا نام کیا ہے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ فلاں

ہے۔ آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: نہیں! بلکہ اس کا نام منذر ہے۔ پھر آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کا نام اسی دن سے منذر رکھ دیا۔

تحنیک کرنا مسنون عمل ہے چنانچہ ہمارے معاشرہ میں گھٹی دینے کا رواج اسی تحنیک کی شکل ہے بچہ کی پیدائش کے بعد کسی نیک صالح انسان سے منہ میں کھجور نرم کروا کر بچہ کے منہ میں ڈالنا چٹانا تحنیک کہلاتا ہے۔ صحابہ کرام اپنے بچوں کی پیدائش پر اس کا اہتمام کیا کرتے تھے۔

لاولد کیلئے اور بچہ کی کنیت رکھنے کے جواز کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھے تھے۔ میرا ایک بھائی تھا جسے ابو عمیر کہا جاتا تھا۔ راوی حدیث کہتا ہے، میں گمان کرتا ہوں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اس کا دودھ چھوٹ گیا۔ جب رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لاتے تو اسے دیکھ کر فرماتے: اے ابو عمیر (ایک پرندے کا نام ہے) نے کیا کیا اور وہ اس پرندہ سے کھیلا کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کنیت صرف وہ شخص ہی نہیں رکھ سکتا جو صاحب اولاد ہو بلکہ بے اولاد شخص بھی کنیت رکھ سکتا ہے۔ حدیث سے آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بچوں سے مزاح اور خوش طبعی کرنا بھی ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی کہ یہ عمل سنت ہے دینداری طبیعت میں خوش طبعی پیدا کرتی ہے

غیر کے بیٹے کو محبت وپیار کی وجہ سے اے میرے بیٹے کہنے کے جواز کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے مجھے "اے میرے بیٹے" فرمایا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ دجال کے بارے میں رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے میں نے جتنے (زیادہ) سوال کئے اور کسی نے نہیں کئے۔ تو آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھے فرمایا: اے بیٹے! تجھے اس کے

بارے میں کیا فکر ہے وہ تجھے کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ میں نے عرض کیا: لوگ گمان کرتے ہیں کہ اس کے ساتھ پانی کی نہریں اور روٹی کے پہاڑ ہوں گے۔ آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے نزدیک یہ بات اس سے بھی زیادہ آسان ہے، (تعجب نہ کرو)۔

اجازت مانگنے کے بیان میں

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں مدینہ میں انصار کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالی عنہ گھبرائے یا سہمے ہوئے ہمارے پاس آئے۔ ہم نے کہا: آپ کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے انہیں اپنے پاس بلایا۔ میں ان کے دروازے پر حاضر ہوا تو میں نے تین مرتبہ سلام کیا لیکن مجھے کوئی جواب نہ ملا تو میں واپس آگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (بعد میں کہا کہ تم کو ہمارے پاس آنے سے کس چیز نے روکا؟ میں نے عرض کیا: میں نے آپ کے دروازے پر حاضر کو تین مرتبہ سلام کیا لیکن جواب نہ دیا گیا تو کوئی تین مرتبہ اجازت مانگے اور اسے اجازت نہ دی جائے تو چاہیئے کہ وہ واپس لوٹ جائے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: اس پر گواہی پیش کرو ورنہ میں تجھے سزا دوں گا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا، ان کے ساتھ وہی جائے گا جو قوم میں سب سے چھوٹا ہو گا۔ ابو سعید نے کہا: میں نے عرض کیا: میں قوم میں سب سے چھوٹا ہوں۔ فرمایا: ان کو لے جاؤ۔

اجازت طلب کرنے کا طریقہ

بعض فقہاء نے فرمایا کہ جب کسی کے گھر میں جانا ہو تو سلام کرنے سے قبل استیناس کرے یعنی صاحب خانہ کو اطلاع دے کہ میں (فلاں شخص) حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ پھر سلام کرے تاکہ صاحب خانہ مانوس ہو جائے اور اسے وحشت نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں استیناس کو سلام سے مقدم فرمایا ہے جبکہ اس کے برعکس بعض حضرات نے فرمایا کہ سنت طریقہ یہی ہے کہ

سلام کرے پھر اجازت طلب کرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے یہی طریقہ ثابت ہے یہ اس وقت ہے جب صاحب خانی تک آواز پہنچ جائے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ

اور اگر تم سے کہا جائے واپس جاؤ تو واپس ہو یہ تمہارے لیے بہت ستھرا ہے اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔

کسی کا دروازہ بجانے سے متعلق دو اہم باتیں:

جب بھی کسی کے گھر جائیں تو دروازہ بجانے سے پہلے دو باتوں کا ضرور لحاظ رکھیں۔

(1)...کسی کا دروازہ بہت زور سے کھٹ کھٹانا اور شدید آواز سے چیخنا خاص کر علماء اور بزرگوں کے دروازوں پر ایسا کرنا اوران کو زُور سے پکارنا مکروہ و خلافِ ادب ہے۔

(مدارک، النور، تحت الآیۃ:۲۸، ص۷۷۶)

لہٰذا درمیانے انداز میں دروازہ بجائیں اور آواز دینے کی ضرورت ہو تو درمیانی آواز سے پکاریں، یونہی جس کے گھر پہ بیل لگی ہو تو ایسا نہ کریں کہ بٹن پر ہاتھ رکھ کر ہی کھڑے ہو جائیں اور جب تک دروازہ کُھل نہ جائے اس سے ہاتھ نہ ہٹائیں بلکہ ایک بار بٹن دبا کر کچھ دیر انتظار کریں، اگر دروازہ نہ کھلے تو دوبارہ بجالیں، کچھ دیر انتظار کے بعد پھر بجالیں، اگر تیسری بار بجانے کے بعد بھی جواب نہ ملے تو کسی شدید مجبوری اور ضرورت کے بغیر چوتھی بار نہ بجائیں بلکہ واپس چلے جائیں اور کسی دوسرے وقت میں ملاقات کر لیں۔ نیز یہاں یہ بھی یاد رہے کہ تین مرتبہ تک دروازہ بجانے یا گھنٹی بجانے کی اجازت ہے، کوئی واجب نہیں لہٰذا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دو یا ایک مرتبہ دروازہ بجانے پر اگر کوئی دروازہ نہ کھولے تو واپس چلے جائیں۔

(2)...جب کسی کا دروازہ بجائیں اور اندر سے پوچھا جائے کہ کون ہے تو اس کے جواب میں یہ نہ کہیں کہ میں ہوں، بلکہ اپنا نام بتائیں تاکہ پوچھنے والا آپ کو پہچان سکے۔ حضرت جابر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے قرض کے سلسلے میں حضورِ اقدس صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو میں نے دروازہ بجایا۔ آپ نے پوچھا: کون ہے؟ میں نے عرض کی: میں ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''میں، میں۔'' (یعنی میں تو میں بھی ہوں) گویا آپ نے اس جواب کو ناپسند فرمایا۔

(بخاری، کتاب الاستئذان، باب ما اذا قال: من ذا؟ فقال: انا، ۴/ ۱۷۱، الحدیث: ۶۲۵۰)

اجازت مانگنے والے سے جب پوچھا جائے کون ہو؟ تو اس کیلئے ''میں'' کہنے کی کراہت کا بیان

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ میں نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آواز دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون ہے؟ میں نے عرض کیا: میں ہوں۔ آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں، میں کہتے ہوئے باہر تشریف لائے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے اجازت مانگی تو آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: کون ہو؟ میں نے عرض کیا: میں ہوں۔ تو نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: میں، میں۔

علماء نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب استیذان (اجازت) کے جواب میں صاحب خانہ پوچھے کون ؟ تو جواب میں یہ کہنا کہ میں ہوں یہ درست نہیں کیونکہ صاحب خانہ کا مقصد تو باہر کھڑے شخص کے نام سے تعارف حاصل کرنا ہے اور "میں" سے کسی شخص کا تعارف حاصل نہیں ہو۔

غیر کے گھر میں جھانکنے کی حرمت کے بیان میں

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حجرہ مبارک کے دروازے کی دراڑ میں سے جھانکا اور رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس ایک آلہ تھا جس سے آپ اپنے سر مبارک کو کھجلا رہے تھے۔ جب رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے دیکھا تو فرمایا: اگر میں جانتا ہوتا کہ تو مجھے دیکھ رہا ہے تو اسے میں تیری آنکھ میں چبھو دیتا اور رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اجازت لینے کا حکم دیکھنے کی وجہ سے تو مقرر کیا گیا ہے۔

حضرت سہل بن سعد انصاری رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دروازہ کی دراڑ میں سے جھانکا اور رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس ایک کنگھا تھا جس سے آپ اپنے سر میں کنگھی کر رہے تھے تو رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تو دیکھ رہا ہے تو میں اس کنگھی کو تیری آنکھ میں چبھو دیتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اجازت لینے کا حکم دیکھنے ہی کی وجہ سے مقرر فرمایا ہے۔

اچانک نظر پڑ جانے کے بیان میں

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق پوچھا تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنی نظر کو پھیر لوں۔

تمت بالخیر بحمداللہ تعالی

واللہ اعلم ورسولہ اعلم عزوجل وصَلَّی اللہ تعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ